

ISSN 2320-8600



اگر تیرے دوستوں کو سزا دے گا  
تو تم کو سزا دے گا

سہ ماہی مجلہ

# الحیب

پہاڑی شریف علیہ السلام



ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری



دَارُ الْعُلُومِ الْمُجِيبِيَّةِ خَانِقَاهُ الْهَبْلُولِيَّةِ شَرِيفِ بَطْنَةِ (بِهَارِ)

**DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH**

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات ساڑھے تین صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمد للہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورہ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے۔ اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرہ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عند اللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

چیک یا ڈرافٹ پر صرف "DARUL ULOOM MOJIBIA" لکھیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 قَوْلًا مَّعْرُوفًا  
 وَرِیَّاسَةً حَسَنَةً  
 لِّمَنْ اُرِیْهَا  
 وَرِیَّاسَةً حَسَنَةً  
 لِّمَنْ اُرِیْهَا

اہل حق کا ترجمان اور امن و سلامتی کا پیامبر

# المجیب

پہلوازی شریف پبلیشرز

دینی، علمی و ادبی مجلہ

مدیر: ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری  
 نائب مدیر: ظفر حسنین

ماہ: ربيع الثانی - جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ

ماہ: اکتوبر - دسمبر ۲۰۲۳ء

جلد نمبر ۶۳ + شماره نمبر ۲

زر تعاون

فی شماره : 50/- روپے  
 سالانہ : 200/- روپے  
 سادہ ڈاک : 250/- روپے  
 رجسٹری ڈاک : 400/- روپے  
 پاکستان و بنگلہ دیش : 500/- روپے  
 دیگر ممالک : \$25/- امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی  
 مولانا محمد منہاج الدین مجیبی  
 پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی  
 پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید  
 محمد فیح الدین حاصم قادری زینبی

سرکولیشن مینجر: سید صہیب رضوی

رابطہ : +91- 9835654330

مراست و ترسیل زر کا پتہ

”المجیب“ دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ، پہلوازی شریف پبلیشرز (ہان)

E-mail: almujeebquarterly@gmail.com, Website: http://khanquahmujeebia.org

Cell No. : +91-7250433562, 7903953313



# فہرست مضامین

- ۳ نطفہ حسین • لمعات
- مضامین و مقالات
- ۶ جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی پیغام •
- ۱۲ جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی پیغام •
- ۱۴ مولانا محمد عاصم قادری مکتوبات مخدوم حسام الدین مانگ پوری — ایک مطالعہ •
- ۲۴ مولانا طلحہ نعمت ندوی علامہ سید سلیمان ندوی اور ان کے خاندانہ کے بزرگان ... •
- ۲۸ مولانا شاہ محمد عمر الدین قادری پھلواری حقیقتِ زکوٰۃ — انسانی ہمدردی کی عملی تعلیم •
- ۳۹ مولانا طفیل احمد مصباحی گفتگو سے متعلق قرآن کی اخلاقی تعلیمات •
- ۴۶ مولوی سید محمد یحییٰ اللہ قادری دیوان فرد دفتر دوم کا ایک اہم حصہ — قطععات توارخ •
- ۶۷ ڈاکٹر عارف نوشاہی ایران کا ایک علمی سفر (قسط دوم) •

## ادبیات

- ۸۱ حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادری قندپاری •
- ۸۳ ترجمہ منظوم: مولانا محمد عاصم قادری نعت شریف •
- ۸۵ جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی مبارک باشد •
- ۸۶ تشکیل سہسراہی آہ! ڈاکٹر امام اعظم آہ! •
- ۸۷ ادارہ کوائف و حالات •

# لمعات

## • ظفر حسنین

فلسطین کی سرزمین شہداء کے خون سے لالہ زار ہے۔ روز اس پر بم برسائے جا رہے ہیں، خواتین، چھوٹے معصوم بچے اور عام شہری ہزاروں کی تعداد میں شہید ہو چکے ہیں اور ہورہے ہیں۔ خدا جانے یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔ کوئی ان کی داد و فریاد سننے والا نہیں ہے۔ مسلم ممالک زبانی بیانات دے کر خاموش بیٹھے ظلم و غارت گری کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ امریکہ اور مغربی ممالک سے تو پہلے بھی کوئی امید نہیں تھی کیونکہ وہ شروع سے ہی ظالم و غاصب اسرائیل کے ہمنوا رہے ہیں۔ اس قتل عام میں بھی اسرائیل کی حمایت کر رہے ہیں۔

جب سے فلسطین کو اسرائیل کا نام دے کر یہودیوں کے قبضہ میں دیا گیا ہے اس وقت سے اہل فلسطین پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑا جا رہا ہے۔ غاصب حکومت کے حکم پر ان کی بستیوں کو اجاڑ کر کالونیاں بنائی جاتی ہیں جن میں غیر مقامی یہودیوں کو آباد کیا جاتا ہے۔ بلڈ وزر سے مقامی فلسطینیوں کے مکانات اور باغات گرا دیے جاتے ہیں۔ پورا فلسطین صہیونیوں کے قبضہ میں ہے۔ غزہ کا چھوٹا سا علاقہ جس میں فلسطینیوں کی گنجان آبادی ہے وہ علاقہ صہیونیوں کے نشانے پر رہتا ہے۔ دسیوں سال سے اس کو چاروں طرف سے گھیر کر ایک بڑا قید خانہ بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ پوری مغربی دنیا نے اس ظلم و بربریت کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی ہے۔ جب اقوام متحدہ میں اس کے خلاف تجویز پیش کی جاتی ہے تو امریکہ اس کو ویٹو کر دیتا ہے۔

فلسطینیوں کی حماس نامی تنظیم نے اس ظلم و ستم اور مسلسل بربریت کے خلاف اپنی آواز اٹھائی اور احتجاج کرنا شروع کیا تو اس کو امریکہ اور مغربی ممالک نے دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا۔ جب کہ دنیا جانتی ہے کہ فلسطینیوں پر ریاستی دہشت گردی کون کر رہا ہے اور کون اس دہشت گردی کی تائید و حمایت کر رہا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مغرب صرف طاقت کی زبان سمجھتا ہے۔

آخر مجبور ہو کر ۷ اکتوبر کو حماس نے جرأت و شجاعت کی مثال قائم کرتے ہوئے اسرائیل کے مقبوضہ علاقہ میں زمینی و

آسمانی دونوں جانب سے پہنچ کر حملہ کیا اور فلسطینیوں کے مستقل قتل عام کا جواب دیتے ہوئے سینکڑوں کی تعداد میں یہودیوں کو یرغمال بنا کر لے آئے۔ صیہونی حکومت جس کو اپنی فوجی طاقت و قوت پر ناز تھا اور جس کی خفیہ ایجنسی موساد کا شمار دنیا کی مشہور ترین ایجنسیوں میں ہوتا ہے وہ حماس کی اس ایمانی جرأت پر ششدر رہ گئی اور اس کی فوجی طاقت و قوت اور موساد کی شہرت کی پوری حقیقت دنیا کے سامنے آشکارا ہو گئی۔ ایمانی جذبہ و ہمت کے آگے باطل کا یہی حال ہوتا ہے۔

پھر اس کے جواب میں امریکہ اور مغربی ممالک کی تائید و حمایت سے قابض اسرائیل نے فلسطینی عوام پر ظلم و ستم کی انتہاء کر دی، جنگی طیاروں، میزائل اور راکٹ سے غزہ پر بے تحاشا بمباری کی اور ابھی سلسلہ جاری ہے۔ تصاویر اور ویڈیو کے مطابق غزہ کو کھنڈر بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ اب تک پندرہ ہزار سے زیادہ بے گناہ فلسطینی شہری، خواتین اور معصوم بچے شہید ہو چکے ہیں۔ شہیدوں کے خون سے ارض فلسطین رنگین ہو رہی ہے۔ غزہ پہلے سے ہی محصور ہے، اب اس میں کھانے، پانی، دوا اور تمام انسانی ضروریات کی چیزوں کی درآمد پر بھی قابض اسرائیلی حکومت نے پابندی لگا دی ہے۔ ہوسپتالوں پر بمباری ہو رہی ہے۔ ایبویلینس پر حملے کئے جا رہے ہیں۔

فلسطینیوں کے اس قتل عام سے ساری دنیا چیخ اٹھی ہے۔ مسلم ممالک کے عوام صہیونیوں کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ خود یورپ کے امن پسند عوام جو کبھی کھل کر فلسطین کی حمایت نہیں کرتے وہ بھی فلسطینی جھنڈا لے کر سڑکوں پر اتر کر احتجاج کر رہے ہیں۔ لیکن یورپ کی حکومتیں اسرائیل کی حمایت کر رہی ہیں اور معصوم فلسطینی شہریوں اور بچوں پر ہورہے مظالم پر مہربا لب ہیں۔

اس وحشیانہ حرکت پر متعدد ممالک نے اسرائیل کی شدید مذمت کی ہے اور اس سے سفارتی تعلقات ختم کر لئے ہیں۔ کلیسائے روم کے پوپ اعظم نے بھی جنگ بندی کی اپیل کی ہے۔ مگر بے عمل مسلم ممالک خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ لبنان کی حزب اللہ اور یمن کے حوثیوں کی طرف سے کچھ عملی اقدام ہوئے ہیں۔ قطر کی کوششوں سے چار چھ روز کے لئے جنگ بندی کی گئی اور دونوں طرف سے قیدیوں کا تبادلہ کیا گیا۔ اس کے بعد پھر حملے اور عوام پر بمباری شروع ہو گئی ہے۔

حماس ان سب مظالم کے باوجود اسرائیلی فوجوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔ ہزاروں اسرائیلی فوجیوں اور سینکڑوں ٹینکوں اور گاڑیوں کو تباہ کر چکا ہے۔ حماس نے اسرائیلی عوام پر حملے نہیں کئے اور قیدیوں کو بھی بہت اچھے سے رکھا جس کا اعتراف خود قیدی چھوٹنے کے بعد کر رہے ہیں۔ لیکن اسرائیل کی قابض حکومت حماس کا کچھ بگاڑ نہیں پار رہی ہے تو وہ عوام پر بمباری کر رہی ہے۔ یہ اس کی بزدلی کی واضح علامت ہے۔

تاریخ میں فلسطین کی سرزمین شہیدوں کے خون سے لالہ زار نظر آتی ہے۔ بیت المقدس پر جب صلیبی فوجوں نے قبضہ کیا تو ان کی وحشت و بربریت کا یہ عالم تھا کہ فلسطینی مسلمانوں کے قتل عام کی وجہ سے صلیبی فوجوں کے گھوڑوں کے ٹخنے خون میں

ڈوبے ہوئے تھے۔ لیکن یہ بھی تاریخ رہی ہے کہ مسلمانوں کا جب بھی قبضہ ہوا وہاں کوئی خون نہیں بہایا گیا۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب پہلی بار بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو صلح و امن کے ساتھ عیسائیوں سے لیا گیا تھا۔ اسی طرح صلیبی قبضہ کے نوے سال بعد جب صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو اس وقت بھی کسی انسان کا خون نہیں بہایا گیا۔ اللہ تعالیٰ فلسطینی مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور ان کے جوش و جذبہ اور جرأت ایمانی کو قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

اس وقت فلسطینی عوام پر صہیونیوں کے جو مظالم ہو رہے ہیں اور ایمانی جرأت و جذبہ سے سرشار فلسطینی اس کا جو مقابلہ کر رہے ہیں اس پر علامہ اقبال کے اشعار یاد آ رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے فلسطینی عربوں سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ  
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے  
تری دوانہ جسنیوا میں ہے، نہ لندن میں  
فرنگ کی رگ حبال پنجہ یہود میں ہے  
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات  
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے

\*\*\*\*\*

# پیغام

آل انڈیا ملی کونسل بہار اور ابو الکلام ریسرچ فاؤنڈیشن پٹنہ کے اشتراک سے ”قرآن کریم کے ہندوستانی تراجم و تفاسیر“ کے مرکزی عنوان کے تحت بہار اردو اکادمی میں ۵ نومبر ۲۰۲۳ء اتوار کو یک روزہ سمینار منعقد ہوا، ذمہ داران سمینار کی دعوت و فرمائش پر جناب حضور الحاج مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ نے ایک گراں قدر پیغام تحریر فرمایا، اس پیغام کو دارالعلوم مجیبیہ کے اتناذ مولانا رمضان علی صاحب نے پڑھ کر سنایا، جناب حضور مدظلہ العالی نے مجلہ الحجیب میں اشاعت کے لئے اضافہ کر کے ادارہ کو مرحمت فرمایا، سرپرست مجلہ کا ادارہ نہایت ممنون و مشکور ہے۔ یہ پیغام قارئین الحجیب کے علمی ذوق میں اضافہ کے لئے پیش ہے۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآن عزیز حضرت نبی کریم ﷺ کا وہ معجزہ ہے جس سے رہتی دنیا تک طلبکاران ہدایت کی تار یک راہیں منور ہوتی رہیں گی، متلاشیان حق اس سے مستفیض ہوتے رہیں گے، قرآن عزیز انسانی ضرورت کا ایک مکمل دستور ہے، جس میں ہر ضرورت کا حل بیان فرمایا گیا ہے، کہیں صراحت کے ساتھ اور کہیں اشارہ کے طور پر اس میں ہر ایک شئی کا کاشافی بیان موجود ہے؛ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَتَذَرْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَاثًا لِّكُلِّ شَيْءٍ — (النحل، آیت: ۸۹)

ترجمہ : ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل فرمائی ہے، جس میں ہر چیز کا کاشافی بیان موجود ہے۔

ایک جگہ فرمان ہے:

مَا قَرَّظْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ — (الانعام، آیت: ۳۸)

ترجمہ : ہم نے کتاب (قرآن) میں کوئی چیز نہیں چھوڑی ہے۔

قرآن عزیز جہاں حیات انسانی کے ہر ایک پہلو کے سلسلے میں رہنمائی کرتا ہے، وہیں وہ شرف و بزرگی والی ایک ایسی کتاب ہے، جو بعینہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر کا ذریعہ بھی ہے، آیت کریمہ ”ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ۝“ سے قرآن عزیز



کا بعینہ ذکر ہونا معلوم ہوتا ہے، ذکر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ — (البقرہ، آیت: ۱۵۲)

ترجمہ: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں قرآن عزیز اہل اللہ، اہل ذکر اور اصحاب فکر و نظر کی توجہات کا مرکز رہا ہے، ہر زمانے میں قرآن عزیز کی تفسیر و ترجمانی ضرورت انسانی کے مطابق کی جاتی رہی ہے، علمائے ربانین جو حق تعالیٰ کے کلام کی تشریح و ترجمانی کے لئے ہمہ وقت قرآن عزیز سے وابستہ رہتے ہیں، طالبین ہدایت کی راہوں میں قرآن عزیز کی مشعلیں فروزاں کئے ہوئے، ان کی کامیابی و کامرانی کے لئے ہمیشہ کوششیں کرتے ہیں، ان کی روحانی اور دلی وابستگی حق تعالیٰ کے کلام سے ایسی ہوا کرتی ہے، گویا وہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے محو گنگو ہوتے ہیں، ان کی ہر ضرورت کامل خدائے رحیم اپنے حبیب ﷺ پر نازل کردہ اسی قرآن عزیز کے آئینے میں واضح فرمادیتا ہے، اسرار الہی کی معرفت کا یہ مقام علمائے ربانین اور راہنماؤں فی العلم کو اس لئے حاصل ہوا کرتا ہے؛ کیوں کہ ان کا تدریجاً قرآن آفتاب نبوت کی شعاعوں سے روشن و منور ہوا کرتا ہے، خود حضرت رسول اللہ ﷺ اصحاب کرام کے اکثر معاملوں میں منتظر رہا کرتے تھے، کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے احکام کا نزول ہو جائے؛ تاکہ حق تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندے کا تعلق اور وابستگی مضبوط و قوی ہو، صحابہ کرام کی جماعتیں براہ راست حضرت رسول اللہ ﷺ سے مستفیض ہوا کرتی تھیں، آپ نے ان کو قرآن عزیز کے اسرار و رموز کی تعلیم فرمائی، قرآن عزیز سے ہر مسئلہ کو حل کرنا سکھایا، جس کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ”وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“ (البقرہ، آیت: ۱۲۹) سے تعبیر فرمایا ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے معارف و اسرار قرآن کا اولین سرچشمہ خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کرام کی جماعت تھی، انہی قدسی شخصیات کے ذریعے مشکوٰۃ نبوت کی قرآنی روشنی ساری دنیا میں تاباں ہوئی؛ اس لئے اب جو انسانی فکری علوم نبوت کی تابانی سے درخشاں نہ ہوں، وہ تدریجاً قرآن کی راہ میں ٹھوکریں کھانے سے محفوظ نہیں رہ سکتی ہیں، کیوں کہ تعلیم کتاب و حکمت کا منبع و ماخذ خود قرآن عزیز نے ذات رسالت مآب ﷺ کو قرار دیا ہے جیسا کہ گذشتہ آیت: ”وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“ سے معلوم ہوا، اس لئے تفسیر بالرائے اور اہل حق کے افکار سے علیحدہ قرآن عزیز کی ترجمانی فکری ضلالت کا ذریعہ بنتی ہیں، قرآن کریم سے صحیح معنوں میں اسی وقت استفادہ ممکن ہے، جب کہ تدریجاً قرآن، علوم نبوت سے فیضیاب صحابہ کرام کے آثار اور مسلمات علمائے سابقین کے مطابق ہو، اس نوعیت کا تدریجی ہدایت بالقرآن کی راہیں ہموار کرتا ہے۔

اور ایسی ہی فکر کے حاملین کے لئے قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جو قیامت تک کے لئے ذریعہ ہدایت کبھی گنجلی ہے، اسی پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کی حاصل ہو سکتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ تعلیم قرآن کے ساتھ اس کے معانی و مفہیم کو سمجھا جائے۔ یہ ایک واضح حقیقت بھی ہے کہ قرآن فہمی کے لئے ترجمہ قرآن مجید اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اس کا اولین نقش خود عہد رسالت تھا، حضور اقدس ﷺ قرآن کریم کے اولین شارح اور ترجمان ہیں، آپ ﷺ نے قرآن کریم کی ترجمانی اور تفسیر فرمائی، آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام نے قرآن کی تفسیر فرمائی، یوں تو ماہر تفسیر صحابہ کی تعداد کثیر تھی؛ مگر اس میں

دس صحابہؓ کو خاص شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی، پھر ان میں بھی سب سے زیادہ شہرت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حاصل ہوئی اور ان کو ترجمان القرآن کا لقب عطا ہوا۔

قرآن فہمی کے سلسلہ میں ترجمہ کو اگرچہ اہم حیثیت حاصل ہے؛ لیکن ترجمہ قرآن خواہ کسی نوع کا ہو، اس میں وہ خوبی کلام و اعجاز اور وقت بیان نہیں ہو سکتی جو عربی زبان میں ہے۔ قرآن عربی زبان میں ہے اور ترجمہ کتنا ہی دلکش ہو بہر حال وہ ترجمہ اور مفہوم ہے، ان اوصاف سے خالی ہے، جو کلام اللہ میں موجود ہیں۔

ترجمہ قرآن کبھی قرآن کریم کے برابر نہیں ہو سکتا ہے؛ تاہم اس کی ضرورت ناگزیر ہے؛ کیونکہ اس سے پہلے اور اس دور میں مسلمانوں کی اکثریت عربی زبان سے نا آشنا ہے ان کو قرآنی تعلیمات اور قرآن کے معانی و مفاہیم سے آگاہ و آشنا کرانے کے لئے ضروری ہے، کہ قرآن کی تعلیم کے ساتھ، ان کی مادری زبانوں میں اسلامی اصول کے مطابق قرآن کے تراجم کئے جائیں، غیر مسلموں کو دعوت دینے اور قرآنی تعلیمات سے واقف کرانے کے لئے ان کی مادری زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کو ذریعہ دعوت بنایا جائے، یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے ترجمہ قرآن کریم کی طرف ہر دور میں اس زمانہ کی ضرورت کے مطابق خاص توجہ دی ہے۔

ہندوستان میں باضابطہ قرآن کریم کے ترجمہ کی بنیاد ڈالنے والوں اور اس کو فروغ دینے والوں میں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے فرزند شاہ رفیع الدینؒ، نیز شاہ عبدالقادرؒ ہیں، تفسیر و ترجمہ قرآن کا یہ سلسلہ ہندوستان میں آج بھی جاری و ساری ہے، تاریخی روایات کے مطابق ہندوستان میں قرآنی ترجمہ نگاری کا آغاز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ہی فرمایا، آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا، جو آپ کے دست خاص سے ۱۱۵۰ھ میں مکمل ہوا، اس فارسی ترجمہ کا نام ”فتح الرحمن“ ہے، جس پر فارسی زبان میں ہی مختصر حواشی ہیں، عجمی زبان میں قرآن کریم کا یہ پہلا ترجمہ تھا، جو عوام و خواص میں خوب مشہور و معروف ہوا، ترجمہ کی زبان نہایت سستہ اور معیاری ہے، یہ ترجمہ دوسرے تراجم کے لئے ننگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند حضرت شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ نے ترجمہ کئے، شاہ عبدالقادرؒ نے ترجمہ کے ساتھ ”موضح القرآن“ کے نام سے تفسیر بھی لکھی، جو مختصر ہے؛ لیکن بعد میں لکھی جانے والی تفاسیر کی بنیاد ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی قرآنی خدمات کو ہندوستان کے اہل علم نے ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور انہی اسلاف کی تفسیری خدمات کی روشنی میں کتاب اللہ کے اسرار کو سمجھا، بعد کے اکثر مترجمین و مفسرین نے اسی کو بنیاد بنایا۔

قرآن کریم کی ابدیت و جامعیت کے پیش نظر اس کے نکات کی تشریح و تفسیر پر اب تک دنیا کی متعدد زبانوں میں کتابیں لکھی جا چکی ہیں، ہمارے وطن عزیز ہندوستان میں مختلف زمانوں میں سیکڑوں تفسیریں لکھی گئیں اور اہل علم کی ایک بڑی جماعت نے اپنی علمی، ذہنی و فکری سرمایہ صرف کیا، اس ملک میں اردو، بنگلہ، سنسکرت، کشمیری، گجراتی، ہندی، انگریزی وغیرہ

زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور تفسیریں لکھی گئی ہیں، جن کی کتابیات کی تیاری بھی متعدد دفاتر کی متقاضی ہے، ہندوستان میں تفسیر نویسی اور قرآنیات پر ہونے والے کام مختلف النوع ہیں، تمام تفاسیر ایک ہی نوعیت کی نہیں ہیں؛ بلکہ وہ مختلف قسم کی ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

- (۱) مکمل قرآن کریم کی ہندوستانی تفاسیر
- (۲) قرآن کریم کے بعض اجزاء کی تفاسیر
- (۳) قرآن کریم کے منظوم تراجم و تفاسیر
- (۴) قرآن مجید کی آیات احکام کی تفاسیر
- (۵) تفاسیر قرآن مجید کی ہندوستانی شروح و حواشی و تعلیقات
- (۶) اہل تشیع علماء کے ذریعہ کئے گئے (شیعہ علماء کے تراجم و تفاسیر
- (۷) قرآن کریم کے قادیانی تراجم و تفاسیر
- (۸) عیسائی مفکرین کے قرآنی تراجم
- (۹) اہل ہندو کے قرآنی تراجم

البتہ قرآن کریم کی صحیح ترجمانی وہی کبی جاسکتی ہے، جو معلم کتاب و حکمت کی پیغمبرانہ تعلیم کی روشنی سے منور و آراستہ ہو، یہ ایک تحقیقی اور تنقیدی پہلو بھی ہے، خصوصاً ہندوستان کے حوالے سے اس پر مزید کام کئے جانے کی ضرورت ہے، صرف صوبائی سطح پر صوبہ بہار کو دیکھا جائے، تو یہاں ایسے علمائے کاملین ہوتے، جنہوں نے تفسیر و ترجمہ کے باب میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں، بے شمار مفسرین قرآن تیار کئے ہیں، جن پر تحقیقی کام ہنوز نایاب ہے۔

صوبہ بہار کی خانقاہ مجیبیہ کے بزرگوں کے سلسلہ علمیہ میں بھی قرآن عزیز کی خدمات منفرد اور نمایاں رہی ہیں، ہندوستانی سطح پر ملا جیوں کی تفسیرات احمدیہ کے بعد صوبہ بہار میں احکام دینیہ پر لکھی جانے والی گیارہ جلدوں پر محتوی تفسیر، خانوادہ پیر مجیب کے بزرگ مولانا مرحوم علی پھلوروی کا واحد کارنامہ ہے، متاثرین علمائے خانقاہ مجیبیہ میں اورنگ نشین تاج العارفین حضرت امیر شریعت اول بدر اکامیلین مولانا سید شاہ محمد بدر الدین قادری قدس سرہ کی ذات بابرکات درس قرآن کے سلسلہ میں امتیازی حیثیت کی حامل تھی، صوبہ بہار میں عوامی درس قرآن کی تحریک ان کی ایک اہم کوشش رہی ہے، ان کے حلقہ درس میں خاندانی افراد، طلبہ مدرسہ اور عوام الناس کے ساتھ انگریزی حکومت کے مسلم افسران بھی بصد شوق حاضر ہوا کرتے تھے، ان کی سعی پیہم سے عربی و فارسی سے نابلد متعدد افسران وغیرہ قرآن کریم کی تعلیم سے مستفید ہوئے، ان کی صوبہ بہار میں قرآن عزیز کے ترجمے کی تدریس عوام الناس کے لئے کی جانے والی مساعی جمیلہ کا اولین نقش ہے، ”لمعات بدریہ“ جو آپ کے علمی، فقہی اور عرفانی

مکاتیب کا مجموعہ ہے، وہ آپ کے درس قرآن کی اولین کوششوں کا ثبوت فراہم کرتا ہے، ۲۲ شعبان ۱۳۴۰ھ کے ایک مکتوب میں مترجم القرآن مولانا فتح محمد تائب جالندھری کو رقم ہیں:

”... قریب چالیس برس کے گزر ہو گا مجھے خیال آیا کہ بعض اہل قرابت عورتوں کو قرآن مجید کا ترجمہ اس طرح پڑھاؤں کہ ان میں ترجمہ کرنے کا سلیقہ آجائے، قرآن مجید کی تلاوت میں معنی بھی سمجھتی جائیں، اس طرح یہ دوسری عورتوں کو تعلیم کریں۔“

میں نے ان کی تعلیم کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ لفظی ترجمہ بنا کر اسے ملانے اور جملہ بنانے کو کہا، جملہ بنانے میں جو روک واقع ہوتا اس کو بنا دیتے، کچھ دنوں بعد مترجم قرآن مجید میں اس کے اور مترجم کے الفاظ کی ترتیب کو دکھاتے اور یہ کہ مترجم نے کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

اس طرح اس کو جملہ بنانے کے حسن و قبح کی اطلاع ہو جاتی، دو تین پارہ کے بعد ترجمہ کرنے کا انداز آ گیا تھا..... اس کے بعد..... ایک فارسی خواں نے مجھ سے قرآن شریف پڑھا، پھر ترجمہ اس طرح پڑھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا..... ادھر دو ایک سال سے یہ شغل پھر شروع ہوا ہے، اس وقت بھی قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے والے عربی کے صرف و نحو سے ناواقف فہم فارسی اور انگریزی جاننے والے ہیں، اس سے زیادہ عدالت کے کچھری سے تعلق رکھنے والے اور پھولاری سے کافی کوس دور رہنے والے ہیں، اس سبب سے ہفتہ میں ایک دن یکشنبہ کو ترجمہ پڑھنے کو آیا کرتے ہیں۔ پندرہ پارہ تمام ہو گیا ہے، اب ترجمہ اچھی طرح سے کرتے ہیں، لغات قرآن کے بعض رسالے ان کے پاس ہیں جس سے ان الفاظ کے معنی دیکھ لیا کرتے ہیں، جو پڑھے ہوئے نہیں ہوتے ان کو ترجمہ کرنے کے بعد مختصر مطلب بھی سمجھا دیتا ہوں۔“

محمد بدرالدین

۲۲ شعبان ۱۳۴۰ھ

مکتوب مذکور سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے ذاتی طور پر اور بحیثیت امیر شریعت بہار، عوامی زبان میں ترجمہ قرآن کے سلسلے میں اہم کام سرانجام دئے ہیں، جن اردو تفاسیر و تراجم قرآن کو بحیثیت امیر شریعت آپ کی تائیدات حاصل رہی ہیں، ان میں مولانا فتح محمد تائب جالندھری کا تفسیری نوعیت کا ترجمہ قرآن ”خلاصۃ التفاسیر“ ایک اہم اردو قرآنی ترجمہ و تفسیر ہے۔ ایک عام آدمی جو عربی زبان سے نابلد ہے وہ کس شخص کا لکھا ہوا ترجمہ و تفسیر پڑھے؟ یہ اہم سوال ہے کسی ترجمہ و تفسیر کی کتاب کو مطالعہ کے لئے منتخب کرنے سے قبل ایسے شخص کے لئے مناسب ہے کہ اس سلسلے میں وہ کسی عالم دین، معروف روحانی پیشوا اور اپنے شیخ ارادت سے مشورہ کرے پھر اس کی ہدایت و راہنمائی کے مطابق عمل کرے اور مطالعہ کرے اس طرح ترجمہ و تفسیر کے مطالعہ کے بعد قرآن کریم سے اس کا رشتہ مضبوط ہو گا اور کامیابی بھی ملے گی۔ اس سلسلے میں ہم عمری کا ایک

واقعہ ذہن میں محفوظ ہے کہ میں عارف باللہ حضور امان المصتخیرین حضرت مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا، معمولاً غلوت کھلی ہوئی تھی، ضرورت مندوں کی حاجت روائی کی جا رہی تھی اسی اثنا میں حضور علیہ الرحمہ کے ایک ارادت مند نے دریافت کیا کہ حضور! میں کس کا ترجمہ قرآن پڑھوں؟ حضور امان المصتخیرین قدس سرہ نے جواب دیا کہ خواجہ حسن نظامیؒ کا لکھا ہوا ترجمہ پڑھو۔

اس سے اندازہ ہوا کہ خواجہ سید حسن نظامی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن حضور امان المصتخیرین قدس سرہ کے نزدیک پسندیدہ، معتبر اور قابل استفادہ تھا، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اساسی کتب کا مطالعہ کرنے سے قبل اکابر سے مشورہ لینا بہتر ہے۔ بہر حال! علوم قرآن کی اشاعت کے سلسلے میں تفسیر کے ساتھ ترجمہ قرآن کی مہتمم بالشان خدمات خصوصاً ہندوستان میں نہایت اہم رہی ہیں، ہر زمانے کی ضرورت کے مطابق قرآن کے پیغام کو عام کرنا اہل علم کا منصبی فریضہ ہے، یقیناً اس سلسلے میں کی جانے والی تمام کوششیں عند اللہ ماجور و مثاب ہونے کے ساتھ خلق خدا کے لئے مفید ترین ہیں۔

عصر حاضر کی ضرورت مقتضی ہے کہ قرآن عزیز کے سلسلے میں تمام علمائے حق اور اصحاب فکر و نظر یکجا ہو کر قرآن مجید کی اشاعت میں تمام علمی اختلافات سے صرف نظر، خالص طور پر قرآن مجید کے پیغام انسانیت اور خلق خدا کی ضرورتوں کے قرآنی حل کی تلاش و تقصص اور اس کی اشاعت و ترویج میں ہمہ وقت کوشاں رہیں۔

مبارکباد کے متحق ہیں ’ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن‘ پٹنہ اور ’آل انڈیا ملی کونسل‘ بہار کے سربراہان و ذمہ داران، جنہوں نے آپسی اشتراک سے، وقت کی ضرورت پر لیبیک کہتے ہوئے، ’قرآن مجید کے ہندوستانی تراجم و تفاسیر‘ کے مرکزی عنوان پر جاری یہ سمینار برگزار کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دست بردعا ہوں کہ وہ اس منعقدہ سمینار کو شرف قبولیت بخشے اور اس کے دور رس نتائج برآمد ہوں، جو خلق خدا کے لئے مفید و موثر ثابت ہوں، نیز اس پیغام کے ذریعہ اصحاب علم کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ خاص طور پر صوبہ بہار کی عربی، فارسی اور اردو تفسیروں پر تحقیقی کام کے ساتھ ساتھ ہندوستانی تفاسیر کے عوامی پہلوؤں کو رسالہ اور مضامین کی شکل میں رسائل و جرائد میں پیش کرنے کی ضرورت ہے؛ تاکہ علمائے ہند کی تفسیری خدمات سے موجودہ ہندوستان کی نئی نسل جو عربی و فارسی وغیرہ سے نااہل ہے، وہ مستفید ہو سکے۔

شکراً جزیلًا

والسلام

محمد آیت اللہ قادری

خانقاہ مجیدیہ پھلواڑی شریف پٹنہ

# پیغام

”انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشنل سٹڈیز نئی دہلی“ کے زیر اہتمام دو روزہ قومی کانفرنس بہ عنوان ”مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — شخصیت، علمی سرمایہ اور قائدانہ نقوش“ منعقدہ بتاریخ ۲۵/۲۶ نومبر ۲۰۲۳ء کے لئے جناب ڈاکٹر محمد منظور عالم (چیئر مین) و جناب شاہ اجمل فاروق ندوی (کنوینر کانفرنس) زید مجدہما کی دعوت پر سرپرست مجلہ جناب حضور الحاج مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی نے ایک وقیع پیغام ارتقام فرمایا تھا، جس کو افادۂ عامہ کی خاطر قارئین الحبيب کی خدمات میں پیش کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریمہ اہا بعد!

عالم اسلام کی جن عظیم شخصیتوں نے گذشتہ چند ماہ و سال میں اس جہان فانی کو الوداع کہا ہے، ان میں ایک حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی بھی ہے، مولانا علیہ الرحمہ خاص طور پر ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ملکی سطح پر ایک اہم ملی رہنما اور مقتدم مقتدا تھے، ان کی جامع کمالات شخصیت موجودہ دور کے رجال صالحین کی ایک اہم کڑی اور ندوۃ العلماء کی افراد ساز شخصیتوں میں غایت شان مقبولیت کی حامل تھی، وہ انکساری، تواضع، اعتدال، توکل، خشیت و لہیت، پرہیزگاری اور بے نیازی جیسے اوصاف سے حد درجہ متصف تھے، علمی جامعیت اور عرفانی خصوصیت سے مزین و آراستہ، ان کا وجود ندوۃ العلماء اور خاندانی سلسلہ رشد و ہدایت کے ساتھ ملی سربراہی میں نہایت مسعود تھا، ایک عرصہ دراز تک ان کی سرپرستی ہندوستانی مسلمانوں کو حاصل رہی، ملک کی سیاسی ہنگامہ آرائی میں مسلم قیادت کو مولانا علیہ الرحمہ نے جس خوبی کے ساتھ نبھایا اور اس کو تقویت بخشی، وہ ایک قابل ستائش عمل ہے، بلاشبہ ان کی حیات کے قائدانہ اور عالمانہ نقوش اور ان کی علمی باقیات، ایک نمونہ عمل اور لائق استفادہ سرمایہ ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب کی نگارشات اور ان کی شخصیت کے علمی و عملی نقوش، درحقیقت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی تعلیم و تربیت کے اثرات اور ان کی علمی و عرفانی زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں، وہ صحیح معنوں میں مولانا علی میاں صاحبؒ کے معنوی فرزند اور ان کے حقیقی جانشین تھے، حضرت علی میاںؒ کی صحبت کارنگ ان کی شخصیت میں نمایاں تھا؛ اس وجہ سے ان کی علمی و عملی زندگی کا دائرہ

بھی بہت وسیع رہا، وہ اپنی شخصیت میں شیخ دائرہ بھی تھے اور سربراہ ادارہ بھی، ملک کی مختلف تنظیموں کے سرپرست بھی رہے، ان کی شخصیت ایک روح رواں کی حیثیت رکھتی تھی، ندوۃ العلماء، دائرہ شاہ علم اللہ اور متعدد دینی اداروں کے ساتھ، مسلم پرنٹ لیبوریٹ اور رابطہ ادب اسلامی وغیرہ کی قیادت فرماتے ہوئے، مولانا علیہ الرحمہ نے بڑی اہم خدمات سرانجام دی ہیں، علمی و عملی مجالس اور تصنیف و تالیف کے ذریعے بھی متعدد عملی کاوشیں یادگار چھوڑی ہیں، ان کے تحریری اسلوب میں دعوتی انداز، اصلاحی فکر کا غلبہ پایا جاتا ہے، ان کی تحریریں متنوع موضوعات پر محیط ہیں، درس قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب عربی، اسلامیات، صحافت وغیرہ پر ان کی علمی باقیات اور عملی کارناموں کی سندیں موجود ہیں، سیرت نبوی کے حوالے سے ”نقوش سیرت“ اور ”زہرا انسانیت“ نامی دو اہم اور قابل مطالعہ کتابیں ان کی علمی یادگار اور ذات رسالت مآب ﷺ سے ان کی قلبی و روحانی وابستگی کی دلیل ہیں، ان دونوں کتابوں میں حیات نبوی ﷺ کے اہم پہلوؤں، نیز موثر الذکر کتاب میں جغرافیائی حوالے سے حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش کو اس دل نشیں انداز میں محفوظ کیا گیا ہے کہ عوام الناس کے دل و دماغ پر سیرت نبوی کے نقوش آسانی کے ساتھ منقش ہو جاتے ہیں اور یہ خیال دل و دماغ پر چھا جاتا ہے کہ

بمقامی کہ نشان کف پائے تو بود

سالھا سجدہ صاحب نظرال خواہ بود

راقم الحروف کو اس کتاب کا نسخہ اپنے کسی سفر میں خود مولانا علیہ الرحمہ نے خانقاہ مجیبیہ آمد پرازا راہ شفقت عنایت فرمایا تھا، کتاب مذکورہ کے مطالعہ سے ان کی سہل اندازی کے ساتھ علمی تعمق کا اندازہ ہوتا ہے۔

بہر حال! حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب ندوی علیہ الرحمہ کی شخصیت بڑی خوبیوں کی جامع تھی، ان کی زندگی کے علمی و عملی نقوش قابل مطالعہ اور شائستہ عمل ہیں، ان کی شخصیت سے متعلق کارناموں کی اشاعت یقیناً نئے ملی رہنماؤں اور طالبین علم و ادب کے لئے ایک موثر کام ہے، اس وجہ سے ان کے عالمانہ و فاضلانہ تشخص کا اعتراف ایک با مقصد عمل ہے، اس سلسلے میں کی جانے والی کوششیں مولانا علیہ الرحمہ کے لئے ذریعہ ثواب اور طالبین علم و ادب کے لئے بے حد نافع ہیں، مسابکہ باپیش کرتا ہوں، انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشنل اسٹڈیز نئی دہلی کے فعال ذمہ دار افراد اور ان کی پوری جماعت کو، جو ایسی نابغہ روزگار شخصیات عالیہ کے تعارف اور ان کی علمی ترویج و اشاعت میں سرگرم عمل ہیں، صمیم قلب سے مکر تہریک پیش ہے ذمہ داران ادارہ مذکورہ کی خدمت میں کہ انہوں نے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی یہ دوروزہ سمینار برگزار کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے امید قوی ہے کہ اس سمینار کا انعقاد معلمین و متعلمین کے ساتھ مولانا علیہ الرحمہ پر تحقیقی کام کرنے والوں اور ان کی شخصیت سے دل چسپی رکھنے والوں کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

والسلام

محمد آیت اللہ قادری

خانقاہ مجیبیہ پھلوری شریف پٹنہ

## مکتوبات مخدوم حسام الدین مانک پوری: ایک مطالعہ

● مولانا محمد عاصم قادری — خانقاہ مجیبیہ پھولاری شریف

حضرت مخدوم حسام الدین مانک پوری قدس سرہ کی ذات گرامی، اوائل قرن نہم کے نام آور علما اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے باکمال شیوخ طریقت میں معتتم شمار کی جاتی ہے، حضرت محبوب الہی کے دس اکابر خلفا میں شامل؛ مخدوم انجی سراج کے واسطے سے مخدوم حسام الدین مانک پوری کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ ہندوستان میں مروج ہے، آپ مخدوم انجی سراج کے مرید و خلیفہ شیخ علاء الحق پنڈوی کے خلف و جانشین مخدوم نور قطب عالم پنڈوی کے مرید اور ان کے اہل خلیفہ تھے، شیخ کے وصال کے بعد ان کے اولین سجادہ نشین ہوئے، آباء و اجداد بھی نابغہ روزگار تھے، آپ کا آبائی خاندان نسباً فاروقی ہے، مورث اعلیٰ حضرت شاہ اسماعیل فاروقی تھے، جنہوں نے مانک پور میں سکونت اختیار کی، آپ کے جد امجد مولانا جلال الدین؛ سلطان المشائخ کے خلیفہ شیخ محمد کے مرید اور ایک تبحر عالم دین تھے، والد ماجد مولانا خواجہ خضر عظیم عالم، مفتی شرع اور ایک باکمال صاحب توکل بزرگ گذرے ہیں۔

مخدوم حسام الدین کے ابتدائی حالات کے ذکر سے تمام تذکرے خالی نظر آتے ہیں؛ البتہ آپ کی لیاقت علمی و عرفانی کے ذکر خیر سے تقریباً آپ کے ذکر پر مشتمل تمام تذکرے مملو ہیں، سلسلہ رشیدیہ کا ایک اہم تذکرہ ”وسیلۃ النجات“ از احسن اللہ علوی، اور خود مخدوم حسام کے مجموعہ مکتوبات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ آپ علوم شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے، علم و فن کی متعدد کتابیں آپ کو زبانی یاد تھیں، قرآن عزیز سے آپ کو بے حد شغف تھا، ابتدائے حال میں روزانہ نماز فجر کے بعد سے چاشت کی نماز تک پندرہ پارے قرآن عزیز کی تلاوت فرمایا کرتے، دوران قرأت کہیں فہم معانی میں توقف ہوتا، تو تفسیر مدارک سے استفادہ فرماتے، یوں تلاوت قرآن از یاد حلاوت و ذوق کا باعث ہوتی، ایک روز غیب سے صدا آئی کہ بہت خوب پڑھتے ہو،



ایسے پڑھتے رہو، قرآن عزیز کی قرأت کے سلسلے میں آپ کا یہ اعتقاد راسخ ہے کہ ”اگر کوئی مقام قطبیت پر فائز ہو جائے، تو بھی اسے قرآن عزیز کی تلاوت ترک نہیں کرنا چاہیے“۔ (ترجمہ وسیلۃ النجات؛ احسن اللہ علوی؛ ص: ۱۷۸)

مخدوم حسام الدین حصول علم سے فراغت کے بعد تلاش مرشد میں مشغول ہوئے، حق تعالیٰ کی رہنمائی نے مخدوم نور قطب عالم پینڈویؒ کی خدمت میں رسائی بخشی، شیخ نور قطب عالم کے دستِ حق پرست پر بیعت کی، خود آپ کی تالیف ”انیس العاشقین“ میں بیان شدہ احوال کے مطابق ۱۴/۱۳ ماہ کی سخت ترین ریاضتوں اور مجاہدات کے بعد ۸۰۴ھ میں اپنے شیخ کی اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے، آپ کے تجرعی اور ولایت و بزرگی کی سند میں یہ کہنا کافی ہے، کہ اپنے پیرو مرشد کے وصال کے بعد، خود پیر زادوں کی تربیت و تعلیم کی تکمیل آپ نے فرمائی، خود مخدوم نور قطب عالم آپ کو ”نور دیدہ، امام اجل اور عالم باعمل“ جیسے مؤدبانہ القاب سے مخاطب فرمایا کرتے تھے، معاصر مشائخ و علمائے آپ کے شخص فاضلانہ و عارفانہ کا نہ صرف یہ کہ اعتراف کیا ہے؛ بلکہ علوم شریعت و طریقت کی تحصیل میں آپ کی ذات علمی و عرفانی سے مستفید بھی ہوئے ہیں، ”گلزار ابرار از غوثی شطاری اور ملفوظ گنج ارشدی“ وغیرہ کی بیان کردہ روایتوں کے مطابق آپ کے باکمال خلفا کی تعداد ۱۲۱ ہے، جن میں تینوں فرزندان: شیخ فیض اللہ عرف قاضی شہ، شیخ احمد اور شیخ نعمت اللہ بھی شامل ہیں، شیخ کے مذکورہ فرزندان ثلاثہ علم و عرفان، شریعت و طریقت میں کامل و مکمل ہونے کے ساتھ اپنے والد بزرگوار کے علم و فضل کے نمونہ بھی تھے، ان کے علاوہ مخدوم نور قطب عالم کے دو فرزندان اور دیگر معزز اہل علم میں آپ کے خواہر زادے شیخ کمال، قاضی حامد شہ، شیخ سید و اور متعدد معاصر اہل علم و فضل حضرات، علما و قضاة آپ کے مریدین و مجازین ہوئے۔

حضرت مخدوم حسام الدینؒ کی ذات گرامی علم و حلم، زہد و تقویٰ اور عرفان و تصوف میں بلاشبہ سر بلند و ممتاز زمانہ تھی، شیخ عبدالحق محدثؒ آپ کا ذکر خیر فرماتے ہوئے رقمیں ہیں کہ:

”شیخ حسام الدین مانک پوری مرید و خلیفہ شیخ نور قطب عالم از مشائخ وقت بود، عالم بود، علم شریعت و طریقت...“

— (اخبار الخیار؛ شیخ عبدالحق محدث دہلوی؛ ص: ۱۷۶)

آپ کے طریقہ تعلیم و ارشاد اور آپ کی مرجع کمال ذات گرامی کے متعلق صاحب ”ثمرات القدس“ لعل بیگ بدخشی

رقم فرماتے ہیں:

”طریقہ وی سند بود مرآین طائفہ را و مشائخ وقت را مقتدا بود“۔ (ثمرات القدس؛ لعل بیگ بدخشی؛ ص: ۱۰۷)

ترجمہ: راہ طریقت میں ان کے طریقہ و روش کو سند کا درجہ حاصل تھا، آپ مشائخ وقت کے مقتدا تھے۔

اس کے باوجود آپ میں عجز و انکسار کا یہ عالم تھا، کہ پیر زادوں کی تربیت اور ان کی بیعت لیتے وقت خود تخت کے نیچے

بیٹھتے اور پیر زادوں کو تخت پر بیٹھاتے، آپ کے معاصر بزرگان آپ کو ”اکسیر عشق“ کہا کرتے تھے، ہم عصر بزرگوں میں سلسلہ شطاریہ

کے بانی شیخ عبداللہ شطاریؒ، جو خود صاحب تصرف بزرگ تھے، حد درجہ آپ کے فقر و رویشی کے قائل تھے، مخدوم حسامؒ سے آپ کی اولین ملاقات ہوئی، تو فرمایا کہ:

”مجھے ڈر ہے کہ میرے بھائی شیخ حسام الدین کہیں اپنے فقر کی آگ سے میرے نیچے اور فرزند کو جلانہ دیں“

— (وسیلۃ النجات؛ احسن اللہ علوی؛ اردو؛ ص: ۱۷۲)

حضرت حسام الدین مانک پوریؒ کی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کی طوالت تقریباً نصف صدی پر محیط ہے، بے شمار خلق خدا آپ سے مستفید ہوئی، اس طویل مدت میں تصنیف و تالیف اور اپنی مجالس علمیہ سے ایک خلقت کو بہرہ مند فرمایا، آپ کے مریدین خواص میں شیخ فرید بن سالار نے آپ کی زبان مبارک سے مترشح علم و عرفان کے موتیوں کو سلک تحریر میں پرو کر تصوف کی تعلیمات کا ایک نایاب ہار ”رفیق العارفين“ کے نام سے تیار کیا، مخدوم حسامؒ کی دیگر باقیات علمیہ میں ”انیس العاشقین، رسالہ محویہ، مجموعہ اورد اور مجموعہ مکتوبات شامل ہیں، جو علم و عرفان اور تصوف و سلوک کی اہم باتوں کا مجموعہ ہے۔

تصانیف مذکورہ کے علاوہ آپ نے اپنے پیرومرشد مخدوم نور قطب عالمؒ کے ایک سواکیس مکتوبات کا مجموعہ ”گلزار ابرار“ کے نام سے مدون فرمایا، خود آپ کی تعلیمات اذکار و اعمال کو آپ کے خواہر زادے شیخ کمال عرنے ”رسالۃ الطالبین“ کے نام سے ترتیب دیا، آپ کی یہ تمام کتابیں نہایت اہم ہونے کے ساتھ اس زمانے میں تصوف کے علمی نوادر میں شمار کی جاتی ہیں۔

مخدوم حسامؒ کو مانک پوری کی ولایت تفویض ہوئی تھی، صاحب ”مرآة الاسرار“ کے مطابق اس ولایت کی سند آپ کو اپنے مرشد مخدوم نور قطب عالمؒ سے اس طرح موصول ہوئی، کہ تعلیمات سلوک کی تکمیل کے بعد مانک پور کے لئے آپ کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ: مخلوق خدا کے رشد و ہدایت میں مشغول ہو جاؤ، آپ نے عرض کیا: کہ مخدوم علاء الحقؒ کے خلیفہ شیخ نصیر الدینؒ وہاں سکونت پذیر ہیں، ان کی موجودگی میں رشد و ہدایت کی سرانجام دہی میرے لئے وہاں کس طرح ممکن ہے؟ ارشاد ہوا کہ: ”نصیر تانصیر حسام تانقیام“؛ یعنی نصیر الدین کی ہدایت و ارشاد کا معاملہ نصیر الدین تک ہے اور حسام الدین کی ہدایت و ارشاد کا سلسلہ قیامت تک ہے؛ لہذا آج بھی ہندوستان کی متعدد خانقاہوں میں مخدوم حسامؒ کا سلسلہ طریقت جاری ہے، آپ کا وصال ۱۵/رمضان ۸۵۳ھ کو مانک پور میں ہوا، وہاں آپ کا مزار اور آپ کی خانقاہ آج بھی مرجع خلائق ہے، ”مرآة الاسرار“ میں آپ کی تاریخ و وفات اس طرح مذکور ہے:

پنجاہ و سہ سال بود و ہشتصد کان شیخ بیخلد شد بخلد — (مرآة الاسرار؛ ص: ۸۱۶)

مکتوبات: حضرت مخدوم حسام الدین مانک پوریؒ کا مجموعہ مکتوبات، علم و عرفان کے لعل و جواہر کا وہ خزانہ ہے، جس سے سالیکن تصوف کی شخصیات مالا مال ہوتی رہی ہیں؛ مگر موجودہ دور میں آپ کے مکتوبات کا مجموعہ ایک نایاب علمی و عرفانی میراث کی حیثیت رکھتا ہے، راقم مقالہ کی تلاش و تفتیش کے مطابق ہندوستان میں ان کے مکتوبات کا ایک ہی مکمل نسخہ دستیاب ہے،

جو تحقیقی نظر سے علمی دنیا کا بھی واحد نسخہ ہے، اس کے علاوہ ایک ناقص الطرفین نسخہ کتب خانہ خدا بخش کی ملکیت ہے، مکتوبات کا مکمل نسخہ کسی ذاتی ذخائر سے منتقل ہو کر کتب خانہ جامعہ ہمدرد کی تحویل میں موجود ہے، یہ امر باعث تاسف ہے کہ مخدوم حسام کے مکتوبات پر علمی دنیا میں کوئی تحقیقی کام اب تک نہیں ہوا ہے، اس لحاظ سے ان کا مجموعہ مکتوبات موجودہ وقت میں علم عرفان و تصوف کا ایک نایاب سرمایہ اور ایک اہم متاع بے بہا ہے۔

حضرت مخدوم حسام الدین کے مکتوبات کا مجموعہ ایک سواکیس مکتبہ عارفانہ پر مشتمل ہے، جس کو آپ کے مرید و خلیفہ شیخ شہاب الدین ارزانی نے جمع فرمایا ہے، صاحب مرآة الاسرار آپ کے مکتوبات کے تعارف میں رقم فرمائیں:

”یک صد و بیست و یک مکتوبات است باسم خلفاء خودنوشتہ، اکثر در بیان عشق و محبت و درد و ذوق و فناء مطلق واقعہ شدہ است۔۔۔“ (مرآة الاسرار؛ ص: ۸۱۶)

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات متحقق ہو جاتی ہے، کہ شیخ حسام الدین مانک پوری سے منسوب دستیاب مجموعہ مکتوبات آپ ہی کی تالیف ہے، داخلی شواہد سے بھی اس مجموعہ کے مستند ہونے کی تائید ہوتی ہے؛ البتہ یہ کس زمانے کے مکتوبات ہیں، اس بات کی وضاحت مطالعہ مکتوبات سے پورے طور پر متحقق نہیں ہوتی ہے؛ مگر جامع مکتوبات کے ابتدائی کلمات میں مخدوم حسام کے نام کے ساتھ ”منع اللہ تعالیٰ بطول بقائه المسلمین“ کے دعائیہ جملہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ مجموعہ مکتوبات صاحب مکتوبات کی حیات میں ہی مدون ہوا تھا۔

آپ کے مخاطبان مکتوبات میں اکثریت اصحاب کمال کی پائی جاتی ہے، جو اپنے زمانے کے جید علما ہونے کے ساتھ، افتاء و قضاء جیسے مناصب عالیہ پر فائز رہنے والے اور اکابر مشائخ و وقت تھے، مثلاً: آپ کے تینوں فرزند ان؛ شیخ فیض اللہ، شیخ احمد، اور شیخ نعمت اللہ، آپ کے پیر و مرشد کے فرزند ان و مریدان، جیسے: شیخ زاہد، شیخ راجا، اور ان کے علاوہ، سادات علما، جیسے سید السادات سید قطب الدین ظفر آبادی، مخدوم حمزہ حاکم مانک پور، صدر القضاة و الحکام سید اکبر حاکم کڑہ، سید حامد شہ، شیخ کمال الدین، مخدوم زادہ شیخ احمد بن قاضی شمس الدین جو نیوری، مولانا رکن الدین ملتانی، ملک العلماء شیخ علاء الدین، خلیفہ قطب عالم پنڈوی، صدر القضاة قاضی برہان الدین حاکم جو نیور، مولانا شہر اللہ ملتانی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

ایک سواکیس مکتوبات کے اس مجموعے میں جن مضامین پر نکتہ آفرینیاں نظر آتی ہیں، ان میں حصول معرفت الہی کے لئے شریعت محمدی کی اتباع لازمی اور اس کے تحت مختلف اور متنوع موضوعات میں درویشی کا حصول، مجاہدہ، مجاہدہ، مشاہدہ، مطالعہ، تزکیہ، ذکر و اذکار، محبت اور اس کی علامات، اقسام نفس، اہل مجاہدہ کی قسمیں، ہلاکت عاشق، درد عشق، ذوق و شوق، ثمرات عشق، اقسام دل، اخلاق الہیہ سے اتصاف، تعریف فقر و فقیر، نصیب درد، حصول علم کی ضرورت، اقسام سالک، اوصاف طالب، شرائط ارادت، کمال مرید، سالک کامل کی شناخت و خصوصیات، تصوف کی تعریف، صوفی کی تعریف اور شرائط و اقسام، صوفیہ کے لباس،

تقوای خاص و عوام، تعلیم تو بہ، توکل، علامات توکل، بنی آدم کے دو اوصاف: خودی و بے خودی، قبول حنات کی شرطیں، غلوت، مرید کے اقسام، علم کے اقسام، طلب محبت میں سعی یتیم، وقت کی قدر، اوقات منام کی تعلیمات، اجتناب معاصی، رعایت شریعت، ملاحظت قرأت، اعتقاد شیخ و مرشد، اہتمام نماز وغیرہ جیسے مباحث غیر معمولی افادیت کے حامل ہیں۔

آپ کے مجموعہ مکتوبات کی سب سے اہم اور قابل اعتنا جہت یہ ہے، کہ آپ کی تمام تر تعلیمات و ارشادات کا محور رعایت شریعت سے عبارت ہے، ہر ایک بحث کا خلاصہ، نبی اقدس ﷺ کی اتباع اور ان کی پیروی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے، کہ صوفیا کے نزدیک اتباع شریعت کس قدر اہم اور ضروری امر مسلم ہے، کہ وہ شریعت کی پیروی سے کسی لمحہ حیات میں غافل نہیں ہوتے ہیں اور اپنے مریدوں کو بھی اس میں غفلت برتنے سے روکتے ہیں، ان کی تمام تعلیمات، شریعت نبوی ﷺ کی اشاعت کا حصہ ہوتی ہیں؛ کیوں کہ شریعت نبوی کی اتباع ہی معرفت الہی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے ان کی شریعت کے بغیر زندگی بے مقصد ہے۔

یہ نوائے ختم رسل زیست حرام است مرا

مخدوم حسام کے مکتوبات کے جن اہم موضوعات کا تذکرہ ابھی گذرا، ان میں سے چند باتوں اور آپ کے مکتوبات میں مذکور کچھ دیگر تصوف کی بنیادی مفید چیزوں کا اختصار کے ساتھ ذیل میں تعارف پیش کیا جاتا ہے؛ تاکہ اہل علم کو آپ کی تعلیمات کا اندازہ ہو سکے اور یہ معلوم ہو کہ آپ کے مجموعہ مکتوبات میں تصوف کی تعلیمات کس وسعت کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔

حضرت مخدوم حسام الدین کے نزدیک حصول درویشی کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں، دو چیزیں درست اور دو چیزیں شکستہ: اعتقاد درست اور یقین درست، پائستگی اور دل شکستہ، دل کی شکستگی، درد کے حصول کا ذریعہ ہے، مردان دین اور شہسواران یقین کا زیور ہے، پائی شکستگی کا مفہوم یہ ہے، کہ درویش کسی اہل دنیا کے در پر جانے سے پرہیز کرے، مخدوم حسام نے لفظ ”فقر“ کو ہدف سخن بنا کر اس کی مختلف تعریف اور اہل فقر کے مختلف اوصاف کی وضاحت فرمائی ہے، ”فائے فقر“ اس بات کی طرف مشیر ہے، کہ سالک فقیر کو فہم و فراست سے آراستہ ہونا چاہئے؛ تاکہ وہ تعریفات الہیہ کو سمجھ سکے، سالک کے اندر ”فلق“؛ یعنی کشادگی و نورانیت کی صفتیں موجود ہوں؛ تاکہ اس کا باطن روح کی صفات سے روشن و کشادہ ہو جائے، ”فقر کی فاء“ فقر پر بھی دلالت کرتی ہے؛ یعنی سالک طریقت، جو فقر کا طالب ہو، وہ ہمیشہ اس بات پر فقر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عدم سے وجود بخشا ہے، ہم احسن الخالقین کے بندے ہیں، اس طرح ”قاف فقر“ دال ہے، کہ طالب کے اندر قویم کی صفت ہونی چاہئے؛ یعنی وہ اپنی دونی کو دور کر لے؛ تاکہ اس کو پردہ وحدت میں رسائی حاصل ہو، طالب میں ”فلق“ کی صفت بھی ہونی چاہئے، وہ درد سے آراستہ ہو ”قہر“ کی صفت اس کے اندر موجود ہو؛ تاکہ نفس پر ہمیشہ سخت رہ سکے اور ہمہ وقت نفس کی مخالفت کا پابند ہو، ”رائے فقر“ سے یہ اشارہ ملتا ہے، کہ طالب کے اندر صفت رحمت کا ہونا ضروری ہے؛ کیوں کہ گلزار رحمتہ للعالمین کی خوشبو اسی شخص کو نصیب ہوتی ہے،

جو طبعاً رحیم ہوتا ہے، اس کے ساتھ طالب کو رشید بھی ہونا چاہئے؛ تاکہ ہر معاملہ میں وہ راہ صواب پر ثابت قدم رہے۔  
 مجموعہ مکتوبات کے چھٹے مکتوب میں مسند نشینان طریقت کے خصائص پر روشنی ڈالی گئی ہے، کہ کمال محبت کے بعد طالب مقام شیخیت کو پہنچتا ہے، شیخ وقت کو چاہئے، کہ وہ کریم ہو، رحیم و صبور ہو، اس کے اندر بردباری پائی جاتی ہو، پاکیزہ طبیعت کا حامل ہو، اس کا دل سیاہ نہ ہو، دنیا کی جمع آوری سے بے نیاز رہتا ہو، کوپہ گرد نہ ہو، شطاح نہ ہو، جاہ و منزلت کا طالب نہ ہو، اپنے مریدوں اور متوسلینوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہو، جیسا کہ سید عالم علیہ السلام اپنے صحابہ پر رؤف و رحیم تھے؛ کیوں کہ شیخ مریدی کی تربیت میں سید عالم علیہ السلام کا خلیفہ ہے؛ اس لئے نیز اس کو علم شریعت کا عالم ہونا چاہئے؛ تاکہ فرائض و سنن، تلوحات اور مختلف انواع محرمات و محظورات، نیز حلال و حرام کے درمیان وہ مکمل طور پر تمیز کر سکے، شیخ وقت کو علم طریقت کا بھی عالم ہونا چاہئے، مثلاً: طریقت کے مختلف معاملات سے اس کو آگاہی و آشنائی حاصل ہو، اس طرح علم حقیقت سے بھی بہرہ مند ہو، مکارم اخلاق و محاسن ارادت سے موصوف ہو، جیسے: صبر و شکر، توکل و یقین اور سخاوت و قناعت، اس کے اوصاف ہوں، اس کی صفات ذمیرہ مضحکہ ہو چکی ہوں، اس کی سند خلافت سید عالم علیہ السلام تک مسلسل ہو، اس کی متابعت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو، ایسی صفات کے حامل شیخ کی اطاعت فرض ہے، وہ سالکوں کی تربیت و تعلیم کا اہل ہے۔

مکتوب دہم میں حضرت مخدوم حسام نے حصول علم کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ: اگر تم علم و حلم اور تصوف کے زیور سے آراستہ و مزین ہو جاؤ، تو دنیا طلبی کے لئے ارباب دنیا سے اپنے دین کو نہ بیچنا اور اپنے علم کو حصول جاہ و منصب کا وسیلہ نہ بنانا؛ بلکہ دنیا کو حصول دین کا ذریعہ بنا لینا، مخدوم حسام دین فروشی کی مذمت کرتے ہوئے، اس کی مثال میں ایک دل اثر واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ سفر حج سے واپسی پر کچھ حاجیوں کے ایک قافلہ نے کسی مقام پڑاؤ ڈالا، کھانے پینے کے سامان میں محض سوکھی روٹی تھی، نمک کی خواہش ہوئی، تو ان لوگوں نے ایک شخص سے کہا: کہ ہمارے لئے کسی دوکان سے نمک مانگ کر لے آؤ، کہنا کہ: حاجیوں کا قافلہ آیا ہوا ہے، تھوڑے نمک کی ضرورت ہے؛ چنانچہ اس روز یہ کہنے سے نمک مل گیا، دوسرے روز پھر نمک کی ضرورت پیش آئی، تو حاجیوں نے پھر اسی شخص سے دوبارہ اسی طرز پر نمک لانے کو کہا، اس شخص نے حاجیوں کو مخاطب کر کے یہ سوال کیا کہ: حج توکل ہی فروخت کر دیا تھا، آج کیا بیچ کر نمک لاؤں گا۔

حضرت مخدوم حسام کے نزدیک سالک کو پانچ اوصاف سے متصف ہونا چاہیئے، اول: سالک کا عمل قرآن کے مخالف نہ ہو، قول و عمل میں وہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتا ہو، حلال روزی کھانے کا عادی ہو، دست و زبان سے کسی کی ایذا رسانی نہ کرتا ہو، معاصی و آثام سے اجتناب کرنے والا ہو، توبہ نصوح کا پابند ہو، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنے والا ہو، یہ وہ پانچ اوصاف ہیں، جن سے سالک کی بدایت درست ہوتی ہے؛ چوں کہ ہر ایک چیز کی ایک بدایت اور ایک نہایت ہے؛ اس لئے سالک طریقت کو اولاً اپنی بدایت کو درست کرنا چاہیئے؛ اس لئے کہ صحیح بدایت کے بغیر مقام نہایت تک نہیں پہنچا جاسکتا ہے اور

جس شخص کے اندر شریعت کی رعایت ہی مفقود ہو جاتی ہے، وہ طریقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور جس نے طریقت کو چھوڑ دیا، وہ حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا۔

سالک کے جس عمل کی وجہ سے طریقت کی راہ مسدود ہو جاتی ہے، وہ سالک کی خود نمائی ہے، حضرت مخدوم حسامؒ معتقد ہیں کہ: جس شخص کی خواہش ہو، کہ وہ مخلوق کے درمیان پہچانا جائے، آخرت کی حلاوت اس شخص کو ہرگز نصیب نہیں ہوگی، آپ رقم فرمائیں کہ: حضرت نور قطب عالمؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص یہ سمجھ لے کہ وہ کچھ بن گیا ہے، وہ کچھ نہیں بنے گا اور جو یہ سمجھ لے کہ وہ کسی مقام پر پہنچ چکا ہے، وہ کہیں نہیں پہنچتا، حصول معرفت حق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سالک کے اندر انکار کا نہ ہونا اور اس کی خودی کا خیال ہے، حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے اپنے پیر خواجہ سری سقطی قدس سرہ کے درپردہ تیس سالوں تک اپنے دل کی پاسبانی کی، ان کے دل میں کبھی کسی غیر حق کا خیال نہیں گذرا، ایک روز انہیں لمحہ بھر کے لئے یہ گمان ہو گیا، کہ جنید غالباً کسی مقام پر فائز ہو چکا ہے، غیب سے یہ صدا آئی کہ: اے جنید! اب وہ وقت آ گیا ہے، کہ تمہیں گوشہ زنا میں دوبارہ دیکھوں، خواجہ جنید رونے لگے اور مناجات کی، کہ اے خداوند! میرا گناہ کیا ہے؟ فرمان ہوا: ”وجودک ذنب لایقاس بھا ذنب“ تمہاری خود خیالی ایسا گناہ ہے، جس کا موازنہ کسی گناہ سے نہیں کیا جاسکتا۔

درین رہ نیست خود بینی خجسته

تنی لاغر دلی باید شکسته

— (مکتوب نہم و دہم)

حضرت مخدوم حسام الدینؒ ایک دوسرے مکتوب میں ضرورت تربیت کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ: جو شخص کسی کی نگہداشت میں تربیت نہیں پاتا ہے، وہ عنوانات نفس کو بھی اعمال حزنہ تصور کرتا ہے، اس کو اپنے عیب بھی ہنر معلوم ہوتے ہیں، جب تک کسی پیر عشق سے سالک و طالب کی تربیت نہیں ہو جاتی، وہ نہ شراب بے خودی کو نوش کر سکتا ہے اور نہ روئے مقصود کا دیدار کر سکتا ہے؛ اس لئے طالب کو کسی مرد کامل کی صحبت میں رہنا ضروری ہے؛ ورنہ مقصود تک رسائی کا امکان کم تر و بے فائدہ ہے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ کی راہ معرفت اور بساط ربوبیت میں سالک کو اپنی خودی کے ساتھ پہنچانا ممکن ہے۔

سعدی بیخویش متن نتوان رفت سوی دوست

کانجا طریق نیست کہ اغیار بگذرد

— (مکتوب نہم و بست و نہم)

ترجمہ: سعدی خودی کو چھوڑ کر جانا ہے سوائے دوست، غیروں کا اس کی راہ میں چلنا محال ہے۔

ایک سو میں مکتوب میں مخدوم حسام الدینؒ نے سالک طریقت کو اپنی قوت ارادی مضبوط کرنے، محنت و مشقت اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے معرفت حق کے حصول کی تعلیم فرمائی ہے، کہ ظاہر میں کسی کے سامنے رنج اٹھانا؛ تاکہ وہ کچھ بن جائے،

یہ اس کے حق میں بہتر ہے، وہی شخص زیادہ بہتر بن سکتا ہے؛ کیوں کہ

نادردہ رنج گنج میسر نمی شود

حضرت مخدوم حسام فرماتے ہیں کہ: ہمارے پیرومرشد نے اپنے پیرومرشد مخدوم علاء الحق پنڈویؒ؛ یعنی خود اپنے والد گرامی کی خانقاہ کے مطبخ میں بارہ سال تک اپنے سر پر لکڑیاں ڈھوئیں، چار سال دیگر مشیزہ برادری کی خدمتیں سرانجام دیں؛ حالانکہ حضرت علاء الحق پنڈویؒ مشارالہیہ بزرگ تھے، ان کی نظر اکیر تھی، جس پر نظر فرماتے، وہ مرد کامل بن جاتا، اس کے باوجود بھی اپنے فرزند کو محنت و مشقت کے ذریعہ ان کی خودی کو مٹا کر عظمت کے مقام پر پہنچایا، انسان کا نفس جب تک اخلاق مذمومہ، طبائع ردیہ سے مطہر و مزکی نہیں ہوتا ہے، ملکوتی صفات سے وہ موصوف نہیں ہو سکتا، مقامات سلوک میں ایسے سالک کو ترقی کا شرف حاصل نہیں ہوتا ہے؛ اس لئے ریاضت و مشقت سالک کے لئے ایک ضروری چیز ہے، باطن کا تزکیہ سالک کی ریاضت و مجاہدے پر موقوف ہے، جب تک تزکیہ حاصل نہ ہو، مطلوب تک رسائی ناممکن ہے۔ (مکتوب نہم بست و یکم)

اصحاب تصوف کے یہاں مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے شریعت ظاہری کی اتباع پر زور دیا جاتا ہے، ظاہری شریعت کے ہر پہلو پر عمل کرنا اہل اللہ کا وظیرہ رہا ہے؛ کیوں کہ محبت کا ایک تقاضا خواہش محبوب کی بجا آوری سے عبارت ہے، محبوب حقیقی کے ہر حکم کی رعایت کرنا، اس سے محبت کرنے کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اوپر پانچ وقت کی نماز میں فرض کی ہیں، نماز ایک ایسا عمل ہے، جو تمام عبادتوں کا مجموعہ ہے؛ اس لئے فرائض میں نماز باجماعت کو بڑی فضیلت اور اولیت حاصل ہے، شفیق امت شارع علیہ السلام نے نہایت شفقت کے ساتھ نماز باجماعت کے اہتمام پر امت کو متنبہ فرمایا ہے، صوفیائے کاملین اپنے مریدوں کو بھی سب سے پہلے جس عمل کی تعلیم فرماتے ہیں، وہ نماز باجماعت کا اہتمام ہے؛ چنانچہ مخدوم حسام الدین مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اٹھارہویں مکتوب میں نماز باجماعت کے سلسلہ میں آپ کا ارشاد گرامی مذکور ہے، کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے؛ کیوں کہ کوئی بھی نماز باجماعت شرکت ولی سے خالی نہیں ہوتی؛ اگرچہ نہ فرہی کیوں نہ ہوں اور چوں کہ ولی کی نماز ہر آئینہ قبول ہوتی ہے؛ لہذا اس ولی کی نماز کے طفیل میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے دیگر لوگوں کی نماز میں بھی قبول ہو جاتی ہیں۔

اس بحث کے ضمن میں آپ نے ان استغفار کے کلمات کا بھی ذکر فرمایا ہے، جو قبولیت نماز کا ذریعہ بتاتے گئے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز سید عالمؑ نے صحابہ سے فرمایا: کہ جب تک تمہاری نماز میری نماز کی طرح نہ ہو جائے، قبول نہیں ہو سکتی، صحابہ متحیر ہو گئے، حضرت امیر المومنین سیدنا عمرؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ: یا رسول اللہ ﷺ! ہماری نماز آپ کی نماز کی طرح کیسے ہو سکتی ہے؟ ارشاد ہوا: جو شخص اس استغفار کو ہر فرض نماز کے بعد تین بار پڑھے گا، اس کی نماز میری نماز کی طرح ہو جائے گی، وہ استغفار کے کلمے ہیں: "استغفر اللہ من کل ذنب اذنبته عمدأ و خطأ و سرأ و علانیتہ و اتوب الیہ من ذنب الذی اعلمہ و من ذنب الذی لا اعلمہ اذنت العلام الغیوب" صوفیائے اکثر خانوادوں میں یہ استغفار

نماز کے معمولات میں شامل ہے اور اس استغفار پر مداومت کی تعلیم بھی فرمائی جاتی ہے۔

طریقت میں ادب کو خاص اہمیت حاصل ہے، مشائخ کا قول ہے کہ: عمل میں ادب قبولیت عمل کی علامت ہے، مخدوم حسام فرماتے ہیں کہ: جو شخص ادب میں کوتاہی کرتا ہے، سنتوں سے محرومی، اس کی سزا ہوتی ہے اور جو شخص سنتوں کی رعایت میں سستی کرتا ہے، فرائض کی ادائیگی سے محرومی اس کی عقوبت کا ذریعہ ہوتی ہے اور جس شخص کو فرائض سے محرومی کی سزا ملتی ہے، وہ معرفت الہی سے محروم رہتا ہے، صاحب مکتوب کا فرمان ہے کہ: توحید موجب ایمان ہے، جس شخص میں ایمان نہیں ہے، اس کے پاس توحید نہیں ہے، اور ایمان شریعت کا موجب ہے، جو شخص شریعت سے دور ہے، وہ ایمان و توحید دونوں سے محروم ہے، اور شریعت موجب ادب ہے؛ لہذا جس کے اندر ادب نہیں ہے، ایسے شخص کے پاس نہ شریعت ہے، نہ ایمان ہے اور نہ توحید ہے۔

ادب تاجی است از لطف الہی

بنہ بر سر بر و بہر جا کہ خواہی

— (مکتوب سی و سیوم)

حضرت مخدوم حسام ۳۶ ویں مکتوب میں فلسفہ وحدت الوجود کے عشقیہ مضامین کے تحت، عصمت انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے، اولیاء اللہ کی دوستی کی حقیقت سے یوں روشناس کراتے ہیں، کہ انبیاء کے قلب کی عصمت کو (حق تعالیٰ نے) اغیار کی صورت سے نامزد فرمایا کہ: ”انہ عاصمہ علی قلوب النبیین“ بے شک اللہ انبیاء کے قلب کی حفاظت فرمانے والا ہے، یہاں تک کہ ان کے ظاہر غیر شرعی امور اور مادی امور سے پاک ہو گئے، ان کے وسیلے سے باران رحمت کا نزول، ان کے متبعین اولیائے کرام کے دلوں پر بھی ہوا، تو اولیائے کرام بھی گناہوں سے محفوظ ہو گئے اور اس طرح محفوظ ہو گئے، کہ اکثر احوال و واقعات میں ان سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے اور یہ لوگ تفریق کے شکار نہیں ہوتے ہیں؛ کیوں کہ ”النبی معصوم والولی محفوظ“ کی شان ظاہر ہو جاتی ہے؛ چوں کہ اولیائے کرام کے متبعین بھی محروم نہیں ہوتے ہیں؛ اس لئے اس حفظ و صیانت کا قلیل حصہ ان کے بے نصیب اور حقیر متبعین کا نصیبہ بن جاتا ہے، اس لئے اتباع سلف کی راہ پر گامزن ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اس وجود سے عدم کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے ”موتوا قبل ان تموتوا“ سے یہی رہنمائی ملتی ہے، اس کی رہنمائی میں راہ طے کرنا چاہیئے؛ لیکن عشق کے ساتھ، نہ کہ ہوس کے ساتھ۔ (مکتوب سی و ششم)

صوفیا کے مشرب میں بوقت بیعت توبہ و استغفار کے بعد برضا و رغبت اور حسب استطاعت مرید کی جانب سے کچھ نذر پیر کی خدمت پیش کئے جانے کی روایت رہی ہے، حضرت مخدوم حسام قدس سرہ کے مکتوبات کے مجموعہ میں اس روش صوفیائی حقیقت اور اس کی اصل کی پردہ کشائی ہوتی ہے؛ چنانچہ مجموعہ مکتوبات کے مکتوب سی و چہارم میں یہ مذکور ہے، کہ جب طالب کسی سے ملاقات کے لئے جائے، تو خالی ہاتھ نہ جائے، یا اگر کسی بزرگ کے پاس تائب ہونے کی نیت سے جائے، تو توبہ کے بعد پیش کرنے کے لئے کچھ چیز ساتھ لیتا جائے، حضرت کعب ابن مالک سے مروی ہے، کہ جب آپ کی توبہ قبول ہوئی، تو آپ نے



حضرت رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ”ان من توبتی أن اخلع من مالی کله“ فرمان ہوا: ”یکفیک اویجزیک من ذلک الثلث“ حضرت مخدوم حسامؒ فرماتے ہیں کہ: اسی روایت اور ان جیسی دیگر روایتوں کی بنیاد پر صوفیوں کے یہاں بوقت بیعت توبہ واستغفار کے بعد کچھ مذور پیش کئے جانے کا معمول رہا ہے، اس کا مقصد و مطلب صرف رعایت تالف ہے؛ تاکہ مرید کا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے۔ ان جیسے مباحث کے دوسرے مکتوب میں نیت ارادت کے تحت حضرت مخدوم حسامؒ نے شیوخ طریقت کو یہ نصیحت فرمائی ہے، کہ ارادت کے وقت پیر کو دل میں یہ نیت کرنی چاہیے، کہ اس مرید کی برکت سے بخشش حاصل ہوگی؛ اس لئے کہ جب کوئی شخص توبہ و ارادت حاصل کرتا ہے، تو وہ فوراً بخش دیا جاتا ہے؛ اس لئے بخشے ہوئے کا ہاتھ پر پہنچے گا، تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور کمال کرم سے بخشا جائے گا، یہ نیت نہ کرے کہ اس کی برکت سے مرید کو مغفرت نصیب ہوگی؛ کیوں کہ اس میں تکبر اور افتخار ہے اور اس میں تواضع و خاک ساری اور فقر و عاجزی کے اوصاف پائے جاتے ہیں، طالبین و سالکین اور مریدین و رہنما کے لئے عاجزی ایک مفید صفت ہے، جس کی تعلیم اہل تصوف کے یہاں خاص طور سے دی جاتی ہے، حضرت حسام الدین مانک پوریؒ فرماتے ہیں کہ میرے پیر نے بوقت رخصت مجھے یہ نصیحت فرمائی تھی، کہ سخاوت میں آفتاب کی طرح تواضع میں پانی کی طرح، اور حمل میں زمین کی طرح بنو اور خلق خدا کے جو رجوع و جفا کو برداشت کرو۔ (وسیلۃ النجات، ص: ۱۸۴)

مختصر آئیے کہ مکتوبات حسام الدین مانک پوریؒ تصوف کی تعلیم و تربیت کا سرچشمہ ہے، یہ محض بے نفسی اور خود شکنی جیسی اہم صفات طالب کے تعلق سے، مکتوبات میں مذکور چند باتوں کا اجمالی تعارف تھا، جو ماقبل کی سطور میں پیش کیا گیا، سلوک و مقامات تصوف کے دیگر نوادرات اور لائق عمل باتیں، اس شرح و بسط کے ساتھ مجموعہ مکتوبات میں احاطہ کی گئی ہیں، کہ اس سلسلے میں بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے، کہ مخدوم حسامؒ کے مجموعہ مکتوبات کے ہر ایک مکتوب کی تفصیل، ایک مکمل مضمون کی مقتضی ہے، تصوف کے رموز و اسرار، حقائق و معارف کی ایسی تشریحات و توضیحات آپ کے مکتوبات میں موجود ہیں، جن کی قرأت طالبان حق کے لئے نہایت مفید و مؤثر ہیں، وہیں زبان و ادب فارسی کے حوالے سے بھی ان کے مکتوبات لائق اعتنا اور قابل توجہ ہیں، ان میں زبان و ادب کی چاشنی اور روحانی حلاوت و ذوق کا سامان اس طرح موجود ہے، کہ خوانندہ مکتوبات کی دل چسپی از ابتدا تا انتہا برقرار رہتی ہے۔

منابع و مصادر :

- (۱) ترجمہ وسیلۃ النجات؛ احسن اللہ علوی؛ آسی فاؤنڈیشن، دہلی؛ ۲۰۲۱ء۔
- (۲) رفیق العارفین؛ مخدوم حسام الدین مانک پوری؛ جامع فرید بن سالار؛ نسخہ خطی مکتب خانہ بدریہ مجیبیہ۔
- (۳) مجموعہ مکتوبات؛ مخدوم حسام الدین مانک پوری؛ جامع شہاب الدین ارزانی؛ نسخہ خطی جامعہ محمد ردا لائبریری۔
- (۴) مرآة الاسرار؛ شیخ عبدالرحمن چشتی؛ نسخہ خطی مکتب خانہ رضارام پور۔

## علامہ سید سلیمان ندوی اور ان کے خانوادہ کے بزرگان خانقاہ مجیبیہ سے تعلقات

• مولانا طلحہ نعمت ندوی — استھاواں، بہار شریف

علامہ سید سلیمان ندوی کا خانوادہ ایک دینی خانوادہ تھا، جہاں صوفیہ اور تصوف کا نقش بہت گہرا تھا، اہل دیسنہ میں کئی اہل کمال تھے جو سید صاحب سے بہت پہلے اپنے علاقہ میں ایک مقام اور شہرت رکھتے تھے، اور علاقہ کے تقریباً اکثر مشائخ سلسلہ سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ لیکن خانقاہ مجیبیہ سے سید صاحب اور ان کے خانوادے کا خاص تعلق تھا جو اخیر تک قائم رہا، اور سید صاحب نے اپنی تحریروں میں جا بجا وہاں کے بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ سید صاحب سے قبل دیسنہ کے مشہور عالم و بزرگ مولانا سید تجمل دسنوی (م ۱۳۴۲ھ) جو سید صاحب کے رشتہ کے چچا تھے وہاں کے بزرگوں کے معتقد اور ان کے کمالات کے معترف تھے۔ حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی سے انہوں نے خانقاہ کے بزرگوں کا ذکر کیا تھا جس کا ذکر وہ حضرت والا اپنی کتاب کمالات رحمانی میں ”پھلوا ری شریف کی خلوت“ کے عنوان سے اس طرح کرتے ہیں:

”راقم الحروف نے قانون خلوت گہہ ہونے کا جو پھلوا ری میں دیکھا، دنیا میں کسی خانقاہ میں نہ ہوگا، چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے آپ کی مجلس میں حضرت شاہ علی حبیب صاحب قدس سرہ کا ذکر کیا اور ان کے اوصاف و دیگر حالات بیان کرتے رہے۔ آپ بہت متوجہ ہو کر سنتے رہے۔ پھر حضور نے فرمایا، میاں، وہ بڑے صاحب ایمان تھے، عرض کیا کہ حضرت ایماندار تو سبھی کوئی ہے۔ ارشاد ہوا کہ وہ ایمان جس کا ذکر حدیثوں میں ہے۔۔۔۔۔ یہ عجب معاملہ اہل اللہ کا تھا کہ جسمانی ملاقات دونوں صاحبوں میں نہ تھی، مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑی ملاقات اور واقفیت تھی، وہاں کے بزرگ پر خلوت گزینی ختم تھی کہ کسی دروازہ اہل دنیا پر ان کی نظر نہیں پڑے۔ اور خاص خاص وقت بیٹھتے ہیں کہ اس وقت خلق سے ملتے تھے، باقی تمام دن رات عبادت میں۔ اور کیا خوب توکل رہتا ہے۔“

سید صاحب کی تحریروں میں تو ان کی طالب علمی کے دور کا اجمالی تذکرہ ہے، لیکن ان کے رفیق و عزیز مولانا سید نجم المہدی ندوی (م ۱۳۹۱ھ تقریباً) جو ان کے ماموں زاد بھائی اور بالکل ہم عمر تھے، اپنے ایک مضمون میں اس خانقاہ سے سید صاحب کے والد حضرت حکیم سید ابوالحسن دسنوی (م ۱۳۴۰ھ) کے استفادہ و استرشاد اور خود اپنی اور سید صاحب کی طالب علمی کا بہت تفصیل سے تذکرہ کیا ہے، جو عام طور پر اہل علم کے سامنے نہیں جب کہ اس میں بہت اہم یادیں محفوظ ہو گئی ہیں، اس لئے پورا اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے۔

”یہیں اسلام پور میں حضرت شاہ ولایت علی نقشبندی سے بیعت بھی کی، اور ان کے ساتھ حج کو بھی تشریف لے گئے، لیکن مرشد سے تربیت ابھی پورے طور سے حاصل نہیں کی تھی کہ ان کا وصال ہو گیا، جس سے حکیم صاحب موصوف کی تشنگی باقی رہ گئی، اس لئے کچھ دنوں کے بعد طبیعت میں اضطراب پیدا ہوا، جب یہ کیفیت ناقابل برداشت ہو گئی تو رہبر کی تلاش میں گھر سے پیدل نکل کھڑے ہوئے، بہار شریف کے ہر خانوادہ میں گئے مگر تشفی نہیں ہوئی، جھٹھلی شریف اور پڈنہ سیٹی وغیرہ میں ٹھہرے، لیکن وہاں بھی سیری نہیں ہوئی، آخر میں پھلواری شریف کی خانقاہ پہنچے، صبح کا وقت تھا، سائبان میں لوگ بیٹھے تھے، چائے کا دور چل رہا تھا، یہ بھی ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے، حضرت شاہ علی حبیب قدس سرہ اس وقت سجادہ نشین تھے، انہوں نے اپنے خادم سے کہہ رکھا تھا کہ آج ایک مہمان آنے والے ہیں، وہ جب آجائیں تو اطلاع کرنا، جب کچھ تاخیر ہوئی تو خادم کو بلا یا، خادم نے کہا کوئی مہمان ابھی تک نہیں آیا ہے، شاہ صاحب نے تا کیمی کی کہ باہر جا کر غور سے دیکھو، خادم باہر آیا تو برآمدہ میں ایک نو وارد کو دیکھا جو سید صاحب کے والد ماجد تھے، ان کو ساتھ لے کر شاہ صاحب کے پاس گیا، دونوں میں تخلیہ میں ڈھائی گھنٹہ تک راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں، چار دن کے بعد واپسی کا حکم ہوا، اور اسلام پور آ کر پوری عمر یاضت و عبادت میں گزار دی، اور وفات کے بعد اپنے مرشد کے پائیں سپرد خاک ہوئے۔“

اپنے اور سید صاحب کے دور طالب علمی کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں:

”حکیم صاحب سید صاحب کو تعلیم کے لئے اسلام پور سے پھلواری شریف لے گئے، پھر مجھے بھی پھلواری پہنچا دیا، وہاں میر عابد حسین کے یہاں میرے قیام کا انتظام تھا، اور سید صاحب خانقاہ کی ایک کوٹھری میں مقیم تھے، میری قیام گاہ کے متصل حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواری کامکان تھا، اور ان کے صاحبزادوں سے برابر ملاقاتیں ہوتی رہیں، پھلواری شریف سے ہم لوگوں کو پرانا قلبی تعلق تھا، سید صاحب کے والد ماجد نے حضرت شاہ علی حبیب سے فیوض حاصل کئے، میرے بزرگوں کو بھی اسی خانوادہ سے عقیدت و بیعت تھی، اس لئے یہاں ہم لوگوں کو اجنبیت محسوس نہیں ہوئی، ہماری تعلیم حضرت اتنازی مولانا شاہ محی الدین کے سپرد ہوئی، وہاں کے مدرسہ میں اس وقت مولانا عبدالرحمن کا کوئی صدر مدرس تھے، جو مولانا شاہ محی الدین کو حدیث کا دورہ کراتے تھے، ان کے ہم درس مولانا شاہ معین الدین مرحوم، جناب شاہ محمد خلیل، جناب شاہ حکیم محمد شعیب، جناب حکیم عبدالمنان صاحب،

جناب مولانا رحیم بخش صاحب آروی بانی مدرسہ فیض الغرباء آرہ اور جناب حافظ محمد وصی صاحب ساکن ہزاری باغ بھی تھے، یہ حضرات طلبہ کو شوقیہ درس بھی دیتے تھے، ہم اور سید صاحب دیسنہ سے قدوری اور تہذیب پڑھ کر آئے تھے، پھلواری پہنچ کر شرح وقایہ اور تہذیب شروع کی، مولانا رحیم بخش منطق بہت اچھی پڑھاتے تھے، وہ تہذیب پڑھاتے تو پوری طرح ذہن نشین کر دیتے، اور ان ہی کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ جب میں ندوہ میں داخل ہوا تو منطق کے درس میں ہمیشہ ممتاز رہا، مولانا شاہ معین الدین مرحوم سے شرح وقایہ پڑھی، سید صاحب پھلواری کے قیام میں حسب معمول طلبہ سے کم ملتے جلتے تھے، ان کے مزاج میں شروع ہی سے تحمل، بردباری اور عفودرگزر کا مادہ تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا، پھلواری کے مدرسہ میں جہان آباد ضلع گجیا کا ایک لڑکا پڑھتا تھا، ۱۲ ربیع الاول کے عرس کے موقع پر اس نے دھوکا دے کر ہم دونوں سے کچھ نقد وصول کر لیا، اس کے بعد سید صاحب سے اس کی ملاقات ہوئی تو نادم ہونے کے بجائے ان سے لڑنے لگا، میں بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گیا، سید صاحب جیسے جیسے نرم ہوتے جاتے ویسے ہی وہ گرم ہوتا جاتا، میں نے اس کو سختی سے جواب دیا، وہ کچھ ہاتھ پائی پر اتر آیا، اور میں مغلوب ہو گیا، سید صاحب کھڑے تماشا دیکھتے رہے، اور انہوں نے میری کوئی مدد نہیں کی، جب وہ لڑکا چلا گیا تو میں ان پر بہت برہم ہوا کہ تمہاری خاطر تو میں لڑتا رہا اور تم نے کوئی مدد نہیں کی، جب میں زیادہ جگڑا تو بولے میں نے تم سے کب کہا تھا تم میری مدد کے لئے اس سے جھگڑا کرو، وہ خود ہی بولتے بولتے خاموش ہو جاتا اور اس کی نوبت ہی نہیں آتی۔

سید صاحب کا زیادہ وقت مولانا شاہ محمدی الدینؒ کی صحبت میں گزرتا، یا پھر کوئی اردو کی کتاب پڑھتے، مولانا عبدالکلیم شرکا کوئی تاریخی ناول ان کو مل جاتا تو اس کو شروع سے آخر تک پڑھ جاتے، سید صاحب کی کوٹھری کے پاس ہی ایک بزرگ مولوی عبداللہ رہتے تھے، ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد معشوق صاحب شاعر تھے، ان کے کمرہ میں شعر و شاعری کا چرچا رہتا تھا، سید صاحب اس مجلس میں ضرور شریک ہوتے، خانقاہ میں قوالی کی محفلیں برابر ہوتی رہتیں، سید صاحب ان میں بھی شوق سے شرکت کرتے، ان کو شعر و سخن سے فطری لگاؤ تھا، مگر اس پر جلا پھلواری شریف کے قیام میں ہوئی۔ (سید صاحب کی یاد میں معارف نومبر ۱۹۵۹ء مشمولہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نقوش و متاثرات، طلحہ نعمت ندوی، مطبوعہ بہار شریف ۲۰۱۵ء)

خود سید صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

”چند ماہ بہار کے مشہور علی و مندہی حلقہ خانقاہ پھلواری میں مجھے رکھا گیا، یہاں خانقاہ میں ہر ہفتہ قوالی ہوتی تھی، اس کے اثر سے اس قصبہ میں شعر و سخن کا خاصہ چرچا تھا اور ہے، میں نے بھی اس فضا میں سانس لی، اور یہیں سب سے پہلے میں نے مولوی عبدالکلیم شرکا ناول ”منصور موہنا“ دیکھا، اس کا یہ اثر ہوا کہ جس وقت کتاب ختم کی، خوب پھوٹ پھوٹ کر رویا“۔ (حوالہ بالا مضمون سید صاحب، جن سے میں متاثر ہوا۔)

سید صاحب نے خانقاہ کے دونوں بزرگوں امیر شریعت اول حضرت شاہ بدر الدین اور امیر شریعت ثانی حضرت شاہ

محل الدین کی وفات پر جو تعزیتی تحریریں لکھی ہیں ان میں بھی اپنی طالب علمی کا ذکر کیا ہے، اسی طرح حضرت شاہ سلیمان پھلواری کے تذکرہ میں بھی عقیدت کے ساتھ وہاں کا ذکر کیا ہے۔

یہ اتفاق ہے کہ سید صاحب کے اب تک کے دستیاب مکتوبات میں سب سے پہلا خط وہی ہے جو پھلواری شریف کے دوران طالب علمی لکھا گیا تھا، جو ایک مسودہ میں محفوظ تھا اور معارف اعظم گڑھ میں شائع ہو چکا ہے، یہ خط اوپر مذکور ان کے چچا اور مشہور بزرگ حضرت شاہ تاج محل حسین دسنوی کے صاحبزادے مولانا سید شاہ قاسم دسنوی (م تقریباً ۱۳۸۳ھ) کو لکھا گیا ہے۔

”مشفقم محمد!

سلام علیک

سبب تاخیر جواب یہ ہے کہ خط آپ کا والد کے یہاں بھیجا (۱)، جواب آیا کہ تم ابھی قابل باہر جانے کے نہیں ہو، بعد برسات کے ان شاء اللہ جاؤ گے، مجبور ہا، میں اسباب سفر کے مہیا کر چکا تھا مگر مجبور، ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کو توقف جواب سے رنج ہوا ہو گا اس وجہ سے ایک ماہ سے آپ نے خط و کتابت ترک کیا، خواہ ان معافی ہوں۔

مستحق کرامت گنہگار اند

کیوں مولوی صاحب! معاف نہ کیجئے گا؟ والکاملین الغیظ والعافین عن الناس، صاحب! معاف کیجئے، اچھا صاحب! معاف کیا، فالحمد للہ۔ آپ آج کل کون کتاب پڑھ رہے ہیں، میں تو شرح وقایہ پڑھتا ہوں، دعا کیجئے کہ اللہ بنا دے، میں بھی دعا کرتا ہوں سبق کیسا ہوتا ہے، آپ بھی لکچر دیتے ہیں، ایک تقریر مجھ کو بھی تو لکھ کر بھیج دیجئے گا، میں بھی دیکھوں، میں بھی اپنی تقریر آپ کو سنا دوں، ان شاء اللہ ایک دن مولوی سلیمان میں بھی بنوں گا، (۲) لیاقت کچھ پیدا کیا ہے یا نہیں، عربی سمجھ سکتے ہیں، عربی میں خط لکھوں؟

فقط:

محمد سلیمان از پھلواری

۳۰ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ ۷ جنوری ۱۸۹۹ء

# حقیقتِ زکوٰۃ

## انسانی ہمدردی کی عملی تعلیم

● مولانا شاہ محمد عمر الدین قادری پھلواریؒ

(۳) صدقہ کی ادائے گی کا ایک تیسرا اصول یہ بتایا گیا ہے کہ صدقات میں طیب و حلال اور پسندیدہ مال کا انتخاب کرنا چاہئے اور وہ مال و دولت صدقہ میں دینا چاہیے جو اپنا پسندیدہ و برگزیدہ ہو، کیوں کہ جو مال خود دینے والے کو پسند نہ ہو اور وہ گھٹیا قسم کا مال ہو اسے صدقہ دینے میں کوئی اجر نہیں۔ متبذل اور ادنیٰ درجہ کی چیز دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ دینے والا ادنیٰ اور پست ہمت ہے اور اس کا مزاج حد درجہ چمچھورا ہے کہ معمولی و سہولے کی چیز تو وہ اللہ کے راستے میں خرچ کر سکتا ہے اور بہتر و اعلیٰ قسم کا مال اسے اس درجہ محبوب ہے کہ وہ اسے جدا کرنا پسند نہیں کرتا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ (البقرہ: ۹۲)

ترجمہ: تم نیکی (اجر) نہیں پاسکتے جب تک اپنا پسندیدہ مال اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو۔

ایک دوسری جگہ فرمایا گیا:

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْبِقَعِ وَمَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَسَّبُوا

الْحَبِيبَتِ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِالْخٰذِلِيْنَ إِلَّا أَنْ تُغِيْضُوْا فِيْهِ ؕ وَعَلِمُوْا أَنَّ اللّٰهَ عَنِّيْ حَمِيْدٌ ﴿٩٣﴾۔ (البقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی کمائی اور اس چیز سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہے بہتر حصہ خیرات

کرو اور ردی مال کی خیرات کا ارادہ نہ کرو، کیوں کہ اگر وہ خود تمہیں دیا جائے تو اسے بطیب خاطر تم لینا پسند نہیں کرو گے اور یقین

جانو خدا تمہاری اس قسم کی خیرات سے بے نیاز ہے۔ وہ خوبیوں والا ہے۔

آیت ماسبق کی شان نزول یہ بتائی جاتی ہے کہ اصحاب صفہ جنہیں خدا کی عبادت اور تعلیم دین کی مشغولیت کی وجہ

سے کسب معاش کا موقع نہیں ملتا تھا؛ بعض لوگ ان کے لیے کھجور کے سوکھے اور بے ذائقہ خوشے مسجد میں لا کر لٹکا دیتے تھے اور جب وہ گرنگی کی شدت سے بیتاب ہو جاتے تو مجبوراً اسی سے دو چار کھجوریں کھا لیتے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ حرکت ناپسند آئی اور اس نے اس آیت کے ذریعہ اس قسم کی دنی اور ذلیل حرکت پر تنبیہ فرمائی۔

(۴) صدقات دینے میں اس ایک اہم چیز کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ صاحب حاجت کی تلاش کی جائے۔ اہل حاجت میں دو طرح کے لوگ ہیں، ایک وہ جو کھلے بندوں مانگتے اور سوال کرتے ہیں، دوسرے وہ جو باوجود تنگدستی اپنی خودداری و قناعت کو حتی الوسعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ مفلس و نادار اصحاب صفہ تھے، لیکن سمجھ دار صحابہ پر ان کی پریشانی کا حال آشکارا ہو جاتا تھا اسی بنا پر قرآن نے ان کو زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مستحق قرار دیا۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْتَسِبُ لَهُمُ الْحَافِلُ أَعْيَاءٌ مِنَ التَّعَفُّفِ ۖ تَعْرِفُهُمْ بِسَبِيلِهِمْ ۖ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَافِلَ ۗ (البقرة: ۲۴۳)

ترجمہ: صدقہ ان محتاجوں کے لیے ہے جو خدا کی راہ میں وقف ہو چکے ہیں۔ سفر کی قدرت نہیں رکھتے (بسبب مشغولیت حصول دین یا تبلیغ دین) ناواقف لوگ ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مالدار سمجھتے ہیں۔ آپ ان کے چہرہ سے انہیں پہچانتے ہیں۔ وہ لوگوں سے الجھ کر کچھ نہیں مانگتے۔

صدقہ دینے میں ایسے لوگوں کی تلاش نہایت ضروری ہے۔ اس زمانے میں بھی ایسی ہستیاں موجود ہیں جو شدید حاجت مند ہونے کے باوجود سوال سے پرہیز کرتی ہیں۔ یہ مالداروں کے فرائض میں داخل ہے کہ اس طرح کے اہل حاجت کی تلاش کریں اور انہیں مدد دیں۔

اسی کے ساتھ عام طور پر خیرات کرتے وقت بوڑھے، پانچ، کمزور، اندھے، لولھے، لنگڑوں وغیرہ کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ یہ افراد کسب معاش سے معذور ہیں اور ان کو مقدم رکھنے میں، ایسے قوی مسئدے اور کسب معاش کی صلاحیت رکھنے والوں کے لیے ایک عبرت ہے۔ اسلام نے ان پاک اصولوں کے ذریعہ متحقیق کی کتنی صحیح شناخت کرائی ہے لیکن آج ہم نے ان اصولوں کو پس پشت ڈال دیا جس کی پاداش میں سیکڑوں شریف آدمی در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اور قوم و خاندان پر سیاہ داغ لگاتے ہیں اور ہم ان کی زبوں حالی اور سیاہ بختی پر مسرور ہیں۔

صدقہ لینے والوں کے فرائض:

اوپر کے اندراجات تو اس امر کی تفصیل تھی کہ اہل خیر کے فرائض کیا ہیں اور انہیں اللہ کے راستہ میں کن پابندیوں

کے ساتھ خیرات کرنی چاہیے۔

لیکن اس سلسلے میں یہ حقیقت بھی آشکارا ہو جانی چاہیے کہ سوال کا حق شریعت نے کن افراد کو دیا ہے اور سوال کرنے کے لیے کون سے افراد مجبور ہیں اور کن پر سوال حرام ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ گداگری درحقیقت ایک ایسا متبذل اور سخیف فعل ہے، جس کی اجازت انسان کی عورت نفس نہیں دیتی، اس لیے اسلام نے اس شیوہ نامرضیہ کی اجازت سخت مجبوری کی حالت میں دی ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا:

والذی نفسی بیدہ لان یاخذ احد کم حبلۃ فیحتطب علی ظہرہ خیر لہ من ان یأتی رجلا  
فیسألہ اعطاء او منعه۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسئله)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کسی کا رسی لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑی کا بوجھ اٹھانا بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے وہ دے یا نہ دے۔

دوسری حدیث ہے:

لا تحل المسئله لرجل قوی ولا الذی مرۃ سوی۔ (ترمذی)

ترجمہ: طاقت و توانی والے مرد کے لیے بھیک مانگنا حلال نہیں۔

حکیم بن حزام صحابی نے ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے کچھ مانگا، آپ ﷺ نے عنایت فرمایا۔ دوبارہ مانگا، دوبارہ عنایت فرمایا، تیسری مرتبہ پھر سوال کیا، حضرت نے فرمایا حکیم! یہ مال بظاہر نہایت شیریں و خوش رنگ چیز ہے جو اس کو شرافت کے ساتھ لے گا، اس کو اس میں برکت دی جائے گی اور جو لالچ کے ساتھ لے گا، اس کو برکت نہ ملے گی اور اس کی حالت اس کھانے والے کی ہوگی جو کھاتا جائے لیکن اس کا پیٹ نہ بھرے اور پرکا ہاتھ نہ چنے کے ہاتھ سے بہتر ہے، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نصیحت نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے قلب پر ایسا اثر کیا کہ پھر انہوں نے آخر عمر تک کسی سے کچھ نہ مانگا۔ یہاں تک کہ خلفاء راشدین ان کو ان کا وظیفہ لینے بلا تے تو وہ انکار کرتے اور آخر عمر تک انکار پر قائم رہے۔ (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

آنحضرت ﷺ نے دو ایک دفعہ فرمایا کہ جو مجھ سے یہ اقرار کرے کہ میں کسی سے کچھ مانگوں گا نہیں تو میں جنت کی اس کے لیے ضمانت کرتا ہوں، آپ کے آزاد کردہ غلام ثوبان بولے میں یہ اقرار کرتا ہوں، چنانچہ اس کے بعد انہوں نے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا۔

حضرت نبی ﷺ نے اس عادت بد کو اس شدت سے روکا کہ بعض لوگوں سے آپ نے اس بات کی بیعت لی کہ وہ کبھی کسی سے کچھ نہ مانگیں گے، چنانچہ بعض صحابہ نے اس کی ایسی زبردست پابندی کی کہ اگر ان میں سے کسی کا کوڑا بھی راستہ چلتے گرجاتا تو کسی سے نہ مانگتے اور اسے بھی سوال ممنوع خیال کرتے۔

نبی کریم ﷺ سے ایک غریب صحابی نے ایک موقع پر کچھ مانگا، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ ہے، عرض



کی ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ ہے، آپ ﷺ نے اپنی بھگنی میں اسے نیلام کر لیا اور اس کی قیمت سے ایک کلبھاڑی خریدی اور فرمایا جنگل سے لکڑی کاٹ لادو اور اسے بیچو، انہوں نے اس پر عمل کیا، خدا نے انہیں بے شمار برکت دی اور مفلسی کی مصیبت سے خدا نے ہمیشہ کے لیے ان کو بچا لیا۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ مانگنے والوں کے لیے فرمایا:

آدمی ہمیشہ مانگتا پھرتا ہے (اور انجام پر غور نہیں کرتا) حالانکہ قیامت کے دن وہ اس طرح ہوگا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔

الغرض انسانی جو ہر شرافت کی سب سے بڑی گندی بے ضرورت یا عادتاً سوال کرنے کا پیشہ اختیار کر لینا ہے، اسلام نے ایک تو منہ مرد و عورت کے لیے محنت و مزدوری، ملازمت تجارت زراعت وغیرہ اسباب زندگی کو برتنے کی پوری تاکید فرمائی اور گداگری کو ایک مذموم اور حقیر فعل قرار دیا، ہاں ان ناداروں کے لیے جو کسب معاش کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مثلاً بیمار، اندھے، لولے، لنگڑے یا بعض تندرست لیکن ہر قسم کے اسباب معاش سے عاری ان کے لیے سوال جائز قرار دیا ہے اور اس قسم کے لوگوں ہی کے انتفاع کے لیے بیت المال کا نظام قائم کیا۔

## معاشی مساوات کا نیا تخیل اور اس کے غیر فطری جذبات :

دنیا میں روٹی کا سوال کم و بیش ہر زمانہ میں رہا ہے، لیکن موجودہ دور جو گذشتہ زمانہ کے لحاظ سے غیر معمولی بے چینی، بے آسپنی اور غیر تسکین بخش سرمایہ حیات اپنے جلو میں لایا ہے، اس نے پیٹ اور اقتدار کی خواہشوں کے ماتحت نئے نئے بت تراشے ہیں۔ اشتراکیت، آمریت، فسطائیت، جمہوریت و سرمایہ داری وغیرہ کے نام سے مختلف نظام حیات کے بت تراشے گئے ہیں اور ان کی پرستش کی جا رہی ہے، لیکن ان میں بعض تو اقتدار و حکومت کے نشے نے پیدا کئے ہیں اور بعض روٹی اور سماج کی برابری کے جذبہ کے رہین منت ہیں۔ ان میں اشتراکیت یا سوشلزم کی زائیدگی غالباً آخری مقصد کے لیے وجود میں آئی ہے۔

میں چاہتا ہوں تمام نوزائیدہ نظام آپ کے سامنے آئیں پھر اشتراکیت کے غیر فطری معاشی نظام کو نمایاں کر کے اسلام کے اقتصادی اور فطری نظام کو اجاگر کروں اور دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام انسانی ہمدردی اور معاشی نظام کی کتنی اعلیٰ، دلکش اور صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔

## نظام سرمایہ داری :

ابتداءً دور جدید نے دولت کے حصول کے لیے مختلف مشینوں کی ایجاد کی، جن سے زرخیز مینوں کو شاداب پہاڑیوں اور وسیع کاشت کے علاقوں کی دولت کو نئی نئی صنعتی شکلوں کے ذریعہ قابو میں لایا جائے، اس طرح انہوں نے دنیا کی دولت سمیٹنا

شروع کردی اور معاشی پیداوار کے بے انتہا اسباب پر جوان کی ضرورت سے کہیں زیادہ تھے قبضہ کر لیا اور یہ سرمایہ داری کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس طرح سرمایہ داری معاشی پیداوار کے ایک ترقی یافتہ نظام کا نام ہوا، لیکن پیدا شدہ معاشی سرمایہ کو ملک کے افراد پر کس طرح تقسیم کیا جائے، یہ سوال کبھی اس کے پیش نظر نہیں رہا۔ اس نظام کی حکومت ملک و قوم کی معاشی ضروریات سے بہت کم متاثر ہوتی ہے۔ جماعتی تفریق، شخصی ملکیت اور سرمایہ دار کا تسلط، معاشی ہیئت ترکیبی کی غیر مساویانہ صورت اس کا ناگزیر نتیجہ ہے۔ ان ترکیبوں میں سب سے زیادہ خطرناک چیز لیکن بہت عام (ربو) سود کا کاروبار ہے۔ ربو کا اصول یہ ہے کہ مال بغیر کسی محنت کے خود انتفاع حاصل کرے اور صاحب مال کسی نقصان کا ذمہ دار نہ ہو، تاہم کتنی ہی ہوشیاری اور محنت سے کام کرے، کاریگر کتنی ہی جفاکشی اور دیدہ ریزی سے چیزیں تیار کرے، لیکن نقصان سے بے خطر نہیں، لیکن سود خوار کسی قدر کم سود لے اس کا نفع پائدار اور مستقل ہے اور اس کو کسی خطرہ کا اندیشہ نہیں اور نہ اسے کسی معتد بہ محنت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح خرید و فروخت کی بے شمار ناجائز قسمیں جو صرف کش زر کے لیے پیدا کی گئی ہیں مثلاً سٹہ یا بغیر مال کے فرضی بیع اور بیع در بیع یہ سب محض سرمایہ جمع کرنے کا ذریعہ ہے، حالانکہ یہ سب درحقیقت بیع نہیں ہے۔ لائف انشورنس یعنی زندگی کا بیمہ، چیزوں کا بیمہ، مکان کا بیمہ وغیرہ یہ سب بظاہر جان و مال کے تحفظ کا ذمہ دار ہے، لیکن اس ذمہ داری کے بدلے بے شمار دولت جمع کر لی جاتی ہے اور یہ دولت کہاں سے سیٹیٹی جاتی ہے۔ مزدور اپنا پیٹ کاٹ کر، کاریگر اپنا خرچ بچا کر، تاجر اپنے نفع و نقصان سے بے پرواہ ہو کر اپنی پونجی ان سرمایہ داروں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سرمایہ داری ایک معاشی نظام ہے، پیداوار دولت کا جو بھی اپنی ذاتی اغراض یا مخصوص افراد یا طبقاتی انتفاع کے مفاد کا ضامن ہو، جس میں عوام کا کوئی حصہ نہیں۔

### فراطینیت :

یہ صرف ایک سیاسی نظام ہے جو معاشی پیداوار کی تقسیم کی طرف کم توجہ دیتا ہے اور اس کا اصل مقصد قوم کے سیاسی استحکام کو مدنظر رکھنا ہے۔ فراطینیت سرمایہ داری کی برائیوں سے خوب واقف ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سرمایہ داروں اور مزدوروں کے مفاد ایک دوسرے سے متضاد ہیں اور وہی ان کے درمیان مسلسل جنگ کا باعث ہیں، مگر وہ سرمایہ داری کو بالکل ختم کرنا نہیں چاہتے۔ اور وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جو جماعتی اور معاشرتی تفریق مٹادے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسا نظام قائم کر سکتے ہیں جس سے سرمایہ دار اور مزدور دونوں کو آئینی دائرے میں رکھ کر ان کے مفاد کی حفاظت ہو سکے، وہ ایک لخت دنیا کے معاشی نظام کو بدلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ صرف حکومت یا ریاست کے تحیل کو بدلنے کے لیے بے چین ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ماحول میں ایسا کر لیا ہے کہ عوام کے کھانے پینے اوڑھنے پچھانے کی ضروریات ان کے نزدیک اتنی اہم نہیں، جس قدر ریاست کا مقدس تحیل، نیز وہ سمجھتے ہیں ذرائع پیداوار پر شخصی تصرف موجودہ اقتصادی مشکلات کا باعث نہیں، فراطینیت کا کوئی مخصوص فلسفہ نہیں، اس کے قوانین موقع اور محل کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں،

مثلاً اٹلی کی فطائیت شاہیت کی قائل تھی، وہ نئے ممالک فتح کر کے اپنی قوت کا ثبوت دینا چاہتی تھی، فطائنی سیاست کے متعلق یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی بنیاد جذبہ نفرت پر ہے، اپنی قوم، اپنی نسل، اپنے کلچر سے محبت اور ہر غیر قومی چیز سے نفرت یہ اس کا بنیادی مسلک ہے، اپنی قوتوں کے عمل اور اظہار کو جغرافیائی حدود کے اندر رکھ کر وہ دنیا اور انسانیت کے مسائل کا حل پیش کرتی ہے۔ الحاصل فطائیت ایک ایسا نظام ہے جس کے عناصر اعلیٰ قومیت اور عسکریت ہیں، وہ ہر بین الاقوامی تحریک کی دشمن ہے، مظاہرہ قوت ان کے نزدیک زندگی کی دلیل ہے، امن پرستی بے حس ہے اور سکون و آرام کی زندگی موت، سیاسی نظریوں میں فطائیت معتدل خیالات کی دشمن ہے۔ یعنی یہ کہ ہر کس و ناکس کو حکومت کے معاملات میں حصہ لینے کا اختیار ہے، وہ اس سے متفق نہیں ہے، اس کا کہنا ہے کہ چند اشخاص کا اہم معاملات کے حل کے لیے ایک جگہ جمع ہو جانا اس معاملہ کا حقیقی حل نہیں بن سکتا کہ از مغز صدر خان فکر انسانی نمی آید، اس کا ہر شخص ریاست کے ماتحت ہے۔ اس کے سیاسی اعمال کی سخت نگرانی کی جاتی ہے۔ تقریر و تحریر کی آزادی اسی حد تک دی جاتی ہے جو مضر نہ ہو، فطائیت معاشرتی تفریق کے قیام کو حق بجانب سمجھتی ہے، وہ کسی ایسے نظام کو جس کی بنیاد مساوات شکم پر ہو انسانی ارتقا کے لیے ضرر رساں سمجھتی ہے۔

یہ تخیل کہ ان کا ملک بے حد خوبصورت ہے، ان کی قوم روئے زمین پر بے حد بہادر ہے، ان کا کلچر سب سے بہتر ہے، ان کی سائنس نے دنیا کو بے حد فائدہ پہنچایا ہے، یہ اور اسی طرح کے دوسرے تصورات تمام افراد کے دماغوں میں اس طرح داخل کر دیئے جاتے ہیں کہ ان کے ہر معمولی فعل سے یہی احساس برتری ظاہر ہوتا ہے۔ ایک نوزائیدہ قوم کو دنیا کی تہذیب پر مسلط کر دینا ان کا بڑا کارنامہ ہے، گویا فطائیت سرمایہ داری کی ایک مسخ شدہ شکل کا دوسرا نام ہے۔

### جمہوریت :

جمہوری طرز حکومت کے بنیادی اصول شخصی آزادی اور سیاسی مساوات ہیں، جمہوری حکومت رائے عامہ کے مطابق ترتیب دی جاتی ہے۔ چند شرطوں کے ماتحت ہر شخص کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ نظام حکومت میں رائے دے سکے۔ ہر شخص کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی قابلیت سے فائدہ اٹھا کر جمہوریت میں سب سے بڑا عہدہ حاصل کرے۔ مگر جمہوریت بھی ایک سیاسی نظام ہے یہ عوام کی معاشی خرابی کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ شخصی ملکیت اور نظام سرمایہ داری کو فنا کرنا نہیں چاہتا۔ یہ بین الاقوامی امن کی کوشش ضرور کرتا ہے، مگر سماجی امن یعنی ”مساوات شکم“ کی طرف اس کی کوئی خاص توجہ نہیں، کیوں کہ اس کے نزدیک معاشرتی تفریق جائز ہے، اس نظام میں سرمایہ داری کی بقا کے ساتھ مزدوروں کو رعایتیں بھی ضروری جاتی ہیں۔ انہیں حق رائے دہندگی بھی حاصل ہوتا ہے، اوقات کار میں تخفیف بھی اس کے مد نظر ہوتی ہے، مگر تمام معاشی و سیاسی قوت پر ساہوکاری مسلط ہوتی ہے۔

## آمریت :

یہ بھی ایک سیاسی نظام ہے، شخص واحد اپنی غیر معمولی بصیرت، رائے اور تجربہ کی بنا پر سارے ملک کا مختار کل ہوتا ہے، وہ جس طرح کا نظام حکومت اپنے ملک کے لیے مفید سمجھتا ہے، بروئے کار لاتا ہے، وہ کسی ملک، پارلیامنٹ یا رائے عامہ کے ذریعہ ملک کی حکومت نہیں چلاتا ہے، وہ بسا اوقات دیگر اہل فکر سے مشورہ کر لیتا ہے لیکن وہ کسی جماعت یا شخص کے مشورہ کا پابند نہیں ہوتا۔ جرمنی کی فرطائیت جو اسمائنا نازی ازم کہلاتی تھی، اسی نظام کی پابند تھی اس کا امر ایک منظم جماعت کو عسکری قوت کے سہارے تمام ملک پر قابض رکھنا چاہتا ہے، نازیت کے نزدیک بھی معاشرتی تفریق حق بجانب ہے وہ بھی فرطائیت کی طرح کسی ایسے نظام کو جو مساوات شکم پر مبنی ہو انسانی ارتقا کے لیے مہلک سمجھتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کا نظام حکومت بھی معاشرتی زندگی کی طرف توجہ کرتا ہے، وہ عسکری استحکام، نسلی تفوق اور عصبی تفریق کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اور اس کا مختار کل ایک فرد خاص ہوتا ہے، جو اپنی من مانی کارروائی کی اس ملک کو آماجگاہ بناتا ہے۔

## اشتراکیت یا سوشلزم :

اشتراکیت یعنی سرمایہ کی مساوی تقسیم کا نخیل کوئی بالکل نیا نخیل نہیں ہے، دنیا کی قدیم تاریخ میں بھی اس قسم کی تحریک کا سراغ ملتا ہے۔ ایک دور یونان پر بھی ایسا گزرا ہے، جب وہاں اقتصادی مساوات کا گیت گایا گیا ہے اور پوری طرح اس معاشرتی تفریق کو مٹانے کی کوشش کی گئی، لیکن یونان کا عقل و تدبر اس چیز میں ناکام رہا، دوسری مرتبہ چھٹی صدی عیسوی میں ایران کے مزدکینوں نے یہ اقتصادی مساوات پیدا کرنے کا بیڑا اٹھایا اور پورے ایران میں پوری قوت کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ سو برس تک اس کو جاری رکھا، یہی تحریک صنعتی انقلاب کے بعد یورپ میں بھی ابھری اور سوشلزم کے نام سے تمام یورپ پر چھا گئی اور پھر یہی تحریک کچھ عملی تبدیلیوں کے ساتھ روس کے نظام حکومت کی بنیاد قرار دی گئی، یورپ میں ابتداءً کارل مارکس اور انگلز وغیرہ نے اس کا علم اپنے ہاتھ میں لیا، کارل مارکس کی کوششوں نے ۱۸۴۸ء میں لندن کے اندر اشتراکیوں کی ایک سوسائٹی قائم کی اور پھر ان دونوں نے باہم مشورہ کر کے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کی، اس کانفرنس کے بعد ایک اشتراکی انجمن قائم کی گئی، جس کا مقصد پورٹو (متوسط) طبقہ کو بالکل نیست و نابود کر کے اس کے اثر کو زائل کر دینا تھا اور ایک ایسی سطح پیدا کرنی تھی جس میں غریب و امیر کی تفریق مٹ جائے اور شخصی ملکیت کا خاتمہ ہو ۱۸۴۸ء میں اشتراکیوں کا ایک منشور شائع کیا گیا جس کا اولین مقصد متوسط طبقہ کے مقابلہ میں کاشت کاری اور مزدور یعنی طبقہ عوام کو لانا تھا۔

اس منشور کی اہم دفعات یہ ہیں :

(۱) جائداد کا بشکل زمین یا جاگیر ختم کرنا۔

(۲) آمدنی پر مزید انکم ٹیکس۔

(۳) وراثت کے تمام حقوق ختم کرنا۔

(۴) لین دین کے تمام معاملات کو پورے اختیارات کے ساتھ حکومت کے ہاتھ میں بذریعہ ایک قومی بینک کے دے دینا۔

(۵) حکومت کے مملوکہ و مقبوضہ کارخانوں نیز ذرائع دولت میں توسیع۔

(۶) تمام افراد کو یکساں کام کرنے کے لیے مجبور کرنا۔

(۷) نقل و حمل کے ذرائع و وسائل کا حکومت کے قبضہ میں ہونا۔

(۸) زراعت کا صنعتوں سے مدغم کر دینا۔

(۹) تمام بچوں کو عام مدرسوں میں مفت تعلیم دلانا اور کارخانوں میں بچوں سے کام لینے کے طریقہ کو ختم کرنا۔

اس کے بعد پہلی بین الاقوامی اشتراکی کانفرنس لندن میں ہوئی، اس کے بعد ۱۸۷۳ء تک مختلف کانفرنسیں منعقد

ہوتی رہیں جن میں مختلف یورپین ممالک کے نمائندے شریک ہو سکے اور کانفرنسوں کے نتیجہ میں مزدوروں میں سیاسی لہر دوڑ گئی اور سرمایہ دار اور مزدوروں کی باہمی منافرت کا آغاز ہو گیا۔ اشتراکیت تمام یورپ میں بڑی تیزی سے پھیلنے لگی اور چوں کہ صنعتی اسباب انقلاب نے بڑی بڑی مشینیں ایجاد کر دی تھیں، اس لیے کارخانہ دار سرمایہ دولت و زر کے مالک بن بیٹھے۔

لاکھوں مزدوران کارخانوں میں کام کرتے تھے اور محض پیٹ بھرنے کے لائق اجرت پاتے تھے۔ دوسری طرف سرمایہ دار اور مالکان مل کارخانہ دار کروڑوں روپے میں کام کرتے تھے اور عالی شان مخلوق میں رہتے تھے، اس کا قدرتی اثر یہ ہوا کہ سماج دو حصوں میں تقسیم ہو گئی، ایک سرمایہ دار، دوسرا مزدور یا کارکن طبقہ، مزدوروں کی زبوں حالی نے ان اشتراکیوں کے لیے میدان صاف کر دیا اور انہوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر کارخانہ دار و سرمایہ دار کے خلاف یہ کہہ کر منافرت پھیلانا شروع کر دیا کہ کام تمام کرو۔ محنت تمہاری ہو، لیکن یہ سرمایہ دار تمہاری محنت سے فائدہ اٹھا کر داد عیش دیں تم ان سے انتقام لو۔

## اشتراکیت کے اصول :

کارل مارکس نے ۱۸۶۷ء میں اپنی کتاب ”کمیونلزم“ ”سرمایہ“، لکھی جو اشتراکیت کی اصل کہلاتی ہے اور جس سے

اشتراکی نظریہ کا ہمیں صحیح علم ہوتا ہے، اس کتاب میں اس کا بنیادی بیان یوں شروع کیا گیا ہے: قانونی تعلقات حکومت کی قسمیں،

رسوم و عادات مذہب و فلسفہ ہمیشہ ان مادی حالات کا نتیجہ ہوتے ہیں، جن میں انسانوں نے اپنے آپ کو گھرا پایا ہے۔ اس کے نزدیک انسانی ارتقا اور نشوونما کی تاریخ کوئی خاص چیز نہیں، بلکہ یہ مختلف طبقات انسانی کے جنگ کی ایک داستان ہے، جس

میں برسر اقتدار نے ہمیشہ اپنے مفاد کو مدنظر رکھ کر معاشرتی اور تمدنی اداروں کو بدل ڈالا ہے۔

الغرض مارکس کے تین بنیادی نظریے یا اصول ہیں:

(۱) قانونی تعلقات، حکومت کی شکلیں، رسوم و عادات، مذہب و فلسفہ محض ابتدائی مادی حالات کے نتیجے ہیں۔

انسانی ارتقا و نشوونما مختلف طبقات کے جنگ کی ایک داستان ہے۔ برسر اقتدار طبقہ نے ہمیشہ اپنے مفاد کو مدنظر رکھ کر معاشرتی اور تمدنی ادارے کو بدلا ہے۔

(۲) طبقہ دارانہ جنگ انسانی سوسائٹی اور انسانی ارتقا کے لیے ناگزیر ہے، موجودہ سوسائٹی میں سرمایہ کے ایک جگہ

یا چند جگہ جمع کر دینے کے سبب سے دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں، ایک بورژوا یا سرمایہ دار دوسرا پرولتاریہ یعنی عامل (کارکن) ان دونوں طبقوں کے مفاد کبھی ایک نہیں ہو سکتے، نئی انسانی سوسائٹی اس وقت تک نہیں بن سکتی، جب تک ایک ایسا انقلاب نہ برپا ہو کہ بورژوا طبقہ پر کارکن طبقہ پوری طرح غلبہ پالے۔

(۳) محنت ہی دولت پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ منافع اور بچت کی رقم پر مزدور طبقہ کا حق ہے، نہ کہ سرمایہ دار طبقہ کا۔

”کیپٹل“ میں اشتراکیت کا تیسرا نظریہ، یہ اشتراکیت کی جان ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ محنت ہی دولت پیدا کرنے کا

واحد ذریعہ ہے اور دولت جس نے اس کے حاصل کرنے میں محنت کی ہے، اس کی ملک ہے، اس لیے سرمایہ دار مزدوروں سے محنت لے کر جو تھوڑی رقم مزدوری کی صورت میں ان کو دیتے ہیں، اور بقیہ منافع و بچت خود ہضم کر جاتے ہیں۔ یہ ان کی رقم نہیں کبھی جاسکتی، کیوں کہ انہوں نے اس کے حاصل کرنے میں کوئی محنت نہیں کی ہے، اس لیے کل رقم مزدوروں کی ہے، جنہوں نے اپنی محنت سے اسے پیدا کیا ہے۔

یہ تو مارکس کے اصول تھے، جن سے آپ نے مذہب، فلسفہ، حکومت کی ہیئت ترکیبی اور رسوم و عادات کے متعلق اس

کی رائے معلوم کی، لیکن اخلاقیات کے متعلق بھی آپ اشتراکیت کے ایک ڈکٹیٹر کا نظریہ معلوم کر لیں۔ ”لینن“ نے اپنے دوست ”کارگی“ کے اس سوال کے جواب میں کہ ”کیا اس کے پاس کوئی اخلاقی اصول نہیں ہے“ کہا کہ میرے دوست تم سے کس نے کہا کہ میں نے کبھی اخلاق پر اعتقاد رکھا یا کوئی اخلاقی اصول اپنے پیش نظر رکھا۔

اسی لینن نے ایک دوسرے دوست کو یہ کہنے میں کبھی کوئی تامل نہ کیا کہ اخلاق و اعزاز کا ہمارے آئین میں کوئی

وجود نہیں۔ (پان اسلامزم اینڈ سوشلزم مسٹر مشیر حسین قدوائی)

لینن کے خاص دوستوں اور دوش بدوش کام کرنے والوں نے جب ناجائز رقم لینے کی مخالفت کی اور اسے جرم ٹھہرایا تو

اس نے کہا: ”میں یہ روپے ضرور لوں گا، کیا تم بھی نیک چلتی اور دیانت داری کے معاملے میں بورژوا طبقے کے ہم خیال ہو۔ تم نے اس وقت مجھے کیوں سراہا، جب کہ میں نے ٹیلے کے ڈاک خانہ پر دھاوا کر کے چند ہزار روپے حاصل کئے تھے۔ تم اس

بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ روپے صرف متوسط طبقے کے نہ تھے، بلکہ غریب کسانوں اور تباہ حال مزدوروں کے بھی تھے۔ اس کے باوجود تم نے تحسین و آفریں کے نعرے بلند کئے۔ دوستو! ان باتوں کو چھوڑو اور جائز و ناجائز صحیح اور غلط کے متعلق سرگرداں اور پریشان نہ ہو۔

”ایف وائی آس ڈاسکی“ اپنی کتاب موسوم بہ لینن میں لکھتا ہے کہ لینن کے واسس سے جعلی روسی نوٹ بنا دینے کی فرمائش کی واسس نے ایسا کیا اور دس دس روپل کے پانچ سو جعلی نوٹ بنا دیئے، لینن نے اس کا دی شکر یہ ادا کیا اور ان جعلی نوٹوں کو نائیڈووں میں تبدیل کر لندن لے گیا اور وہاں رجسٹر کا فرضی جرمن نام اختیار کیا۔ اتفاقاً ایک موقع پر ٹرانسکی نے اظہار افوس کیا کہ ہم اشتراکیوں کی حیثیت ایک باغی گداگر گروہ سے زیادہ نہیں، تو لینن نے ان الفاظ میں اسے تشفی دی کہ گھبراؤ نہیں، ہمارے پاس سرکاری مطبع ہے جو غیر ملکی نوٹوں کی کسی تعداد کو تیار کر سکتا ہے یعنی جعلی نوٹ بنا سکتا ہے۔

غور کیجئے وہ اشتراکیت جو انسانوں میں عدل و انصاف اور مساوات رزق کی عملی جلوہ گری کی خواہش مند ہے۔ اخلاقیات کے بارے میں کس قدر تہی مایہ ہے۔

مشرقی ملکوں کا تقلیدی سوشلزم جسے بڑے لمبے چوڑے دعووں اور دلفریب فسون کاری کے ذریعہ عوام کے دل و دماغ پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، وہ بھی اخلاقیات، مذہب اور انسانی جوہر کمال سے بالکل عاری ہے اور ماسکو کا یہ جھگڑا مشرق کے طول و عرض میں بڑی ہوشیار یوں چابک دستیوں کے ساتھ تمام اعلیٰ جذبات انسانیت پر خس و خاشاک ڈالتا ہوا پھیل رہا ہے اور لینن و ٹرانسکی کی ذریت اسے کامیاب ترین مقصود حیات بتا رہی ہے لیکن اس کے پس منظر جو کچھ ہے وہ پیش نظر لایا جاتا ہے۔ اگرچہ مشرقی ملکوں کے سوشلسٹ صاف لفظوں میں مذہب کی مخالفت کا اعلان کرنا نہیں چاہتے، لیکن حقیقت کبھی نہ کبھی سورج کی طرح نمایاں ہو کر رہتی ہے۔ ایک سوشلسٹ نے ناچار اپنے ضمیر کی آواز عریاں کر دی اور وہ ایسا کرنے کے لیے مجبور تھا۔

میرٹھ کے مشہور مقدمہ سازش کا ایک ملزم مسٹر ادھیکاری نے عدالت کے سامنے جو بیان دیا تھا وہ حسب ذیل ہے:

”مارکس کے پیرو اور مادہ پرست ہونے کی حیثیت سے ہم مذہب کے قطعی مخالف اور خدا کے منکر ہیں، مگر ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ مذہب کے خلاف ایک نظری اور خیالی پروپیگنڈہ کرنے سے مذہب فنا نہیں ہو سکتا۔ لینن اس بات پر زور دیتا ہے کہ مذہب کے خلاف جدوجہد طبقاتی جنگ کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔“

چنانچہ کارخانہ دار اور مزدور، زمیندار اور کسان کی طبقاتی جنگ ہندوستان میں سوشلسٹوں نے شروع کر دی اور سامراج کے نام سے ہر قسم کے سرمایہ دار کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا کھلے الفاظ میں درس دیا جانے لگا۔ آگے چل کر مسٹر ادھیکاری اپنے بیان میں کہتے ہیں:

”استیصال مذہب کی تبلیغ کے بارے میں ہماری جو روش ہے اسے واضح طور پر اشتراکیوں کی انجمن کے

پانچویں اجلاس نے حسب ذیل الفاظ میں صاف اور واضح کر دیا ہے۔

”بورژوا طبقہ کے پھیلانے ہوئے تعصبات و توہمات کے خلاف جدوجہد کے جتنے شعبے ہیں، ان میں سب سے

زیادہ ضرورت مذہب کے خلاف جنگ کی ہے، مگر یہ جنگ نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے ہونی چاہیے، خصوصاً محنت کش

عوام میں جن کی روزمرہ کی زندگی میں مذہب سرایت کئے ہوئے ہے اور ان میں اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔“

اشتراکیوں کے نزدیک مذہب بورژوا طبقہ کی پیداوار ہے۔ بورژوا طبقہ سے مراد وسط درجہ کے خوش حال لوگ

ہیں۔ اسی طبقہ نے عوام کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے ان کی آنکھوں پر مذہب کی پٹی باندھ دی ہے۔“

مسٹر ادھیکاری کے بیان سے حسب ذیل باتیں بالکل صاف ہو گئیں:

(۱) ہندوستان کے سوشلسٹ مذہب کے دشمن خدا کے منکر اور مارکس کے پیرو ہیں۔

(۲) مذہب کو فنا کرنے کے لیے محض پروپیگنڈہ کافی نہیں بلکہ اس کے لیے عوام و خواص کے درمیان غریبی اور

روٹی کے نام سے طبقاتی جنگ برپا کرنا نہایت ضروری ہے۔

(۳) ادنیٰ طبقہ کی روزمرہ کی زندگی میں اوسط طبقہ کے زور سے مذہب نے اس قدر گہری جڑ پکڑ لی ہے کہ مذہب

کے خلاف نہایت احتیاط سے جنگ کرنی چاہیے، ورنہ کھلے نظروں میں مذہب کی مخالفت سے وہ بھڑک اٹھیں گے اور کام

خراب ہو جائے گا۔

\*\*\*\*\*

## برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ”الجیب“ کے لئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص الجیب کے لئے ہو، تاکہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔ مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر



## گفتگو سے متعلق قرآن کی اخلاقی تعلیمات

• مولانا طفیل احمد مصباحی — سابق مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

اللہ رب العزت کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نطق اور انسان کو دی جانے والی قوتِ گویائی بھی ہے۔ انسان کو دیگر حیوانات پر جو فضیلت و برتری حاصل ہے۔ اس کا ایک بنیادی سبب قوتِ ناطقہ بھی ہے۔ قرآن مقدس کی سورہٴ رَحْمٰن کے آغاز میں انسان کی تخلیق کے ساتھ اس کو ”قوتِ بیان“ بخشنے کی بھی بات کی گئی ہے۔ لفظ ”بیان“ میں بڑی وسعت و معنویت ہے۔ بیان زبان و کلام سے زیادہ بلیغ اور معنی خیز لفظ ہے۔ کلام بیان کا ایک حصہ ہے۔ کلام میں وہ گہرائی نہیں جو بیان میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام انسان کی معمولی گفتگو کو بھی ”کلام“ کہہ دیا جاتا ہے، لیکن ”بیان“ غیر معمولی کلام ہوتا ہے۔ انسان کی مجیر العقول صلاحیتوں میں سے اعلیٰ درجے کی جو صلاحیت مانی جاتی ہے، وہ اس کی قوتِ بیان اور طاقتِ گویائی ہے۔ علم منطقی اور جدید سائنس کی رو سے انسان بھی ”حیوان“ ہی ہے، لیکن قوتِ گویائی کی بدولت اسے ”حیوانِ ناطق“؛ یعنی ”بولنے والا حیوان“ کہا جاتا ہے۔ قوتِ گویائی کے علاوہ انسان کو قوتِ تفہیم و استفہام بھی بخشی گئی ہے، جس کے سہارے وہ دوسروں کی باتیں سمجھتا بھی ہے اور اپنی باتیں دوسروں کو سمجھانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ آیت کریمہ: **خَلَقَ الْإِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ** میں مذکور ”انسان“ کے مفہوم و مصداق میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے مراد انسانیت کی جان سرور کائنات عالم حضور مصطفیٰ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے اور بیان سے ”عَلِمَ مَا كَانُوا وَمَا يَكُونُونَ“ مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ”انسان“ سے مراد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ”بیان“ سے تمام چیزوں کے اسما اور تمام زبانوں کا علم مراد ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں انسان سے اس کی جنس یعنی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی تمام اولاد مراد ہے اور بیان سے مراد گفتگو کی صلاحیت ہے، جس کی وجہ سے انسان دیگر حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے تفسیر خازن و تفسیر صاوی کی جانب رجوع کریں۔

بیان کا تعلق حال کے احساسات، ماضی کے واقعات و تجربات اور بسا اوقات مستقبل کے اندیشوں سے بھی ہوتا ہے۔ گفتگو سے انسان کی سیرت و کردار اور اس کی تہذیب و تربیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اچھی گفتگو اچھے لوگوں کی پہچان ہے اور بڑی گفتگو

بڑے لوگوں کی بڑی طبیعت کا اشاریہ ہے۔ روزمرہ زندگی میں گفتگو اور اچھی گفتگو کی بڑی اہمیت و افادیت ہے۔ حلاوت بھری گفتگو انسان کو سماج میں معزز و مکرم بنا دیتی ہے اور تلخ و ترش بولی انسان کی بدخلقی کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ حق اور کڑوی باتیں بھی نرم لہجے میں برداشت کر لی جاتی ہیں اور سخت لہجے میں کبھی گچی اچھی باتیں بھی مخاطب پر گراں گذرتی ہیں اور بری لگتی ہیں۔ انسان کو قوت گویائی دے جانے کا مقصد یہی ہے کہ اس کی زبان سے اچھی گفتگو نکلے۔ اس کی گفتگو کا لہجہ نرم اور سنجیدہ و شائستہ ہو۔ اچھی گفتگو کی اسی اہمیت کے پیش نظر حدیث پاک میں زبان کی حفاظت کا حکم مختلف طریقوں سے دیا گیا ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده.

ترجمہ: حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

یزفرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

من سكت أو صمت نجاً.

ترجمہ: جو خاموش رہا، اس نے نجات پائی۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيراً أو ليصمت.

ترجمہ: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ بھلائی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

غرض کہ ”قوت گویائی“ اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کی جانے والی نعمتوں میں ایک عظیم نعمت اور غیر معمولی سرمایہ ہے، جس کا مناسب، بر محل اور درست استعمال ضروری ہے۔ قرآن مقدس سراپا ہدایت ہے۔ اس کی تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ قرآن اللہ رب العزت کی وہ لافانی کتاب ہے، جس میں تمام بنی نوع انساں کے لیے رشد و ہدایت اور فوز و فلاح کا راز پوشیدہ ہے۔ قرآن نے جہاں ایمان باللہ، توحید و رسالت، حیات بعد الممات، حشر و نشر اور شرعی احکام و مسائل کی طرف ہماری رہنمائی کی ہے، وہیں اس نے ہمیں اخلاقیات کا بھی درس دیا ہے۔ قرآن کی اخلاقی تعلیمات میں سے ایک ”قول حسن“؛ یعنی اچھی گفتگو کرنا بھی ہے۔ اچھی بات اور اچھی گفتگو ایک صالح اور صاف و شفاف معاشرے کے لیے ضروری ہے۔ گفتگو اور بات چیت سے متعلق قرآن کا پاکیزہ درس اپنے اندر بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اچھی گفتگو سے متعلق قرآن نے مختلف انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ کہیں ”قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا“ کہہ کر اچھی گفتگو کی رغبت دلائی ہے۔ کہیں ”قَوْلًا مَّعْرُوفًا“ اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہیں ”قَوْلًا سَدِيدًا“ کہہ کر صاف ستھری اور سیدھی بات کہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ کہیں ”قَوْلًا مَّيْسُورًا“ کا فرمان آیا ہے تو کہیں ”قَوْلًا بَلِيغًا“ کا درس دیا گیا ہے اور کہیں ”قَوْلًا كَرِيمًا“ کہہ کر ہمیں اچھی گفتگو کرنے

اور اچھی بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کی یہ وہ اخلاقی تعلیمات ہیں، جن پر عمل کر کے ہم دنیا و آخرت کی زندگی کو کامیابوں سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔ اس اجمال کی قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) آواز پست رکھنا اور اونچی آواز میں گفتگو نہ کرنا:

ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا، اونچی آواز میں گفتگو کرنا، گدھے کی طرح چلانا اور شور مچانا، ایک ناپسندیدہ عمل ہے، جس کی قرآن نے مذمت فرمائی ہے۔ جو لوگ بلاوجہ چیختے چلاتے اور شور مچاتے ہیں، قرآن نے اس کی آواز کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاعْظُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿٥٨﴾ (اللقمان)

ترجمہ: اور اپنے چلنے میں درمیانی چال سے چل اور اپنی آواز پست رکھ، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ مذہبِ اسلام ایک معتدل مذہب ہے، یہ افراط و تفریط کو پسند نہیں کرتا۔ اس لیے قرآن نے جہاں چلنے پھرنے میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، وہیں گدھے کی طرح چیختے چلانے اور سماعِ خراشی سے منع کیا ہے۔ اسی طرح بلا ضرورت گفتگو اور ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا بھی غیر محمود عمل ہے، جس کو اسلام ناپسند کرتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن جابر رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن من أوحىكم إلىّ وأقربكم مني مجلساً يوم القيامة أحاسنكم أخلاقاً، وإن أبغضكم إلىّ وأبعدكم مني يوم القيامة الثرثارون والمتشدقون والمتفهبون، قالوا: يا رسول الله، قد علمنا الثرثارون والمتشدقون، فما المتفهبون؟ قال: المتكبرون — (جامع الترمذی، کتاب البر والصلوة جلد چہارم، حدیث نمبر: ۲۰۲۵، مطبوعہ: مکتبۃ مصطفیٰ البانی وأولادہ، مصر)

ترجمہ: بے شک تم میں سب سے زیادہ محبوب میرے نزدیک قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے جو تم میں زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں گے اور تم میں سب سے زیادہ ناپسند اور قیامت کے دن مجھ سے زیادہ دور ہونے والے وہ لوگ ہوں گے جو زیادہ باتیں کرنے والے، لوگوں سے زبان درازی کرنے والے اور تکبر کرنے والے ہوں گے۔

(۲) اچھی بات کرنا:

حدیث پاک میں ہے:

ان الله جميل يحب الجمال۔

ترجمہ: اللہ رب العزت جمیل ہے اور جمیل (خوب صورت کام) کو پسند کرتا ہے۔

اسی کے پیش نظر اللہ و رسول کو ہمارے ہر کام میں ”حسن“ مطلوب ہے۔ کوئی بھی کام ہو، وہ اچھا ہو۔ عمل اچھا ہو، کام اچھا ہو،

گفتگو اچھی ہو، عبادت اچھی ہو، سیرت اچھی ہو، کردار اچھا ہو، اخلاق اچھے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ گفتگو سے متعلق قرآن کا اخلاقی درس یہ ہے کہ ہم لوگوں سے اچھی گفتگو کریں اور اچھے انداز میں گفتگو کریں۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

وَأَذِّنَا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقْبِبُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزُّكُوتَ ۖ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۵﴾ (البقرہ)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو لیکن پھر تم میں سے چند آدمیوں کے علاوہ سب پھر گئے اور تم (اللہ کے احکام سے) منہ موڑنے والے ہو۔

اللہ عز و جل کی عبادت، نماز، روزہ کی ادائیگی، والدین کی خدمت و اطاعت، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک اور لوگوں سے اچھی بات کہنا، یہ وہ اعمالِ حسنہ ہیں، جن کی انجام دہی کاملتِ یہودیوں کو بھی بنایا گیا تھا اور آج مسلمان بھی ان امور کے مکلف ہیں۔

### (۳) قولِ سدید یعنی صاف اور سیدھی بات کرنے کا حکم:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿۱﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿۲﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے، اس نے بڑی کامیابی پائی۔

اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ درست، سچی اور حق بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کی رعایت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، سچی بات، درست کلام، حق اور انصاف کی بات کہا کرو تو ان دونوں عملِ خیر کے صدقے میں اللہ تمہارے دیگر اعمال کو سنوار دے گا اور تمہیں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کی توفیق بخشے گا، جن کے نتیجے میں دنیا و آخرت کی کامیابی و سرخروئی تمہارے ہاتھ آئے گی۔ تقویٰ اور قولِ سدید (درست گفتگو/ اچھی بات) چونکہ نیکیوں کی جزا اور بھلائیوں کی اصل ہے، اس لیے آیت میں خصوصیت کے ساتھ ان دونوں کی تعلیم و تلقین کی گئی ہے۔ ”قولِ سدید“ یعنی درست بات کہنے میں جھوٹ، غیبت، چغلی اور دیگر آفاتِ لسان سے بچنا، سچی شامل ہیں۔ زبان کی حفاظت سے متعلق یہ وحدیثِ پاک ملاحظہ کریں:

عن أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَفَعَهُ قَالَ: إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ، فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تَكْفُرُ اللِّسَانَ فَتَقُولُ: ائْتِ اللَّهَ فِينَا، فَإِنَّمَا مَنَعْنَا بِكَ فَإِنِ اسْتَقَمَّتْ اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجَتْ اعْوَجَجْنَا — (جامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد ۴، ص: ۶۰۵/۶۰۶، حدیث نمبر: ۲۴۰۷، مطبوعہ: مصطفیٰ البانی و اولادہ، مصر)

ترجمہ : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب انسان صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء جسمانی صبح کے وقت زبان سے کہتے ہیں: ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک اور سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ .

ترجمہ : حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ سے زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کا وعدہ کرے، میں اس کے لیے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ ترمذی شریف میں ”یضمن“ کے بجائے ”یتكفل“ کا صیغہ آیا ہے۔

### (۴) قول لیلین / نرم گفتگو کرنا :

قرآن مقدس نے جہاں ہمیں اچھی گفتگو، پست اور معتدل آواز میں بات کرنے کا حکم دیا ہے، وہیں تکلم میں نرمی اور سنجیدہ لہجہ اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ نرم گفتگو اور نرم لہجے میں بڑی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ عام روزمرہ زندگی کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے میدان میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کو من جانب اللہ یہ حکم ہوا تھا کہ جب فرعون کے پاس جاؤ تو اس سے نرم گفتگو کرو، تاکہ اس پر اچھی باتوں کا کچھ اثر ہو سکے۔

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى ﴿٥٠﴾ — (طہ)

ترجمہ : تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی تبلیغ نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے اور او عظیمین و مبلغین کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو محبت، شفقت اور پیار بھرے انداز میں نصیحت کرے۔ کیوں کہ نرمی سے کئی گنی نصیحت کے خاطر خواہ ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کے علاوہ دنیوی معاملات میں بھی جہاں تک ہو سکے، ہمیں نرمی سے کام لینا چاہیے۔ قرآن مقدس کے علاوہ حدیث پاک میں بھی نرمی کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ مسلم شریف، کتاب البر، باب الرفق، حدیث نمبر: ۲۵۹۳ میں ہے:

يَا عَادِثَةُ! إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يَحِبُّ الرَّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرَّفْقِ مَا لَا يُعْطَى عَلَى الْعَنْفِ

ترجمہ : اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ رفیق (نرمی اختیار کرنے والا) ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جو دیتا ہے، وہ سختی پر نہیں دیتا۔

نیز اسی میں ہے:

مَنْ يَجْرُمُ الرَّفْقَ يَجْرُمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ .

ترجمہ : جو نرمی سے محروم رہا وہ ساری بھلائیوں سے محروم رہا۔

## (۵) قولِ میسور / آسان بات کرنے کا حکم :

درست اور صاف ستھری گفتگو کے علاوہ قرآن مقدس نے ہمیں آسان گفتگو کا بھی حکم دیا ہے۔ کلیموا الناس علی عقولہم (لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرو) کا مطلب بھی یہی ہے۔ کچھ لوگوں کو صلاحیت بگھارنے اور اپنی قابلیت کا جوہر دکھانے کا بڑا شوق ہوتا ہے اور وہ اپنی گفتگو میں جان بوجھ کر سخت اور مشکل الفاظ استعمال کر کے سامنے والوں کو مرعوب کرنے کی ناروا کوشش کرتے ہیں۔ قرآن اس طرزِ تکلم کو پسند نہیں کرتا ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کو قولِ میسور؛ یعنی آسان گفتگو کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ کیوں کہ گفتگو کا مقصد مافی الضمیر کی ادائیگی ہوتا ہے، نہ کہ مشکل الفاظ و تراکیب کا استعمال کر کے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب سید عالم نور محمد ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ﴿۵۸﴾ — (الاسراء)

ترجمہ : تو ان سے آسان بات کہو۔

## (۶) قولِ بلیغ / پرتاثر گفتگو اور دل میں اتر جانے والی بات کا حکم :

گفتگو سے متعلق قرآن کی اخلاقی تعلیمات کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ مخاطب سے قولِ بلیغ یعنی پرتاثر گفتگو اور دل میں اتر جانے والی بات کی جائے۔ جیسا کہ قرآن ناطق ہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿۶۰﴾

— (النساء)

ترجمہ : ان کے دلوں کی بات تو اللہ جانتا ہے پس تم ان سے چشم پوشی کرتے رہو اور انہیں سمجھاتے رہو اور ان کے بارے میں ان سے پرتاثر کلام کرتے رہو۔

## (۷) قولِ کریم کا حکم :

گفتگو کی بابت قرآن میں ایک جگہ ”قولِ کریم“ کی ترکیب استعمال کی گئی ہے۔ ”قولِ کریم“ کا مطلب ہے: ایسی گفتگو جس سے شرافت و مروت، حسن ادب اور ملامت (نرمی) مترشح ہوتی ہو اور وہ لطف و مہربانی اور خیر خواہی پر مشتمل ہو۔ اگرچہ یہ حکم والدین کریمین کے متعلق آیا ہے لیکن اس کے اندر عمومیت پائی جاتی ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِنَّهَا بِلُغْنٍ عِنْدَكَ الْكِبَرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفٍ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿۶۱﴾ — (الاسراء)

ترجمہ : اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے آف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے

خوب صورت، نرم بات کہنا۔

غرض کہ گفتگو سے متعلق قرآنی کی اخلاقی تعلیمات بڑی موثر حکمت سے لبریز، معنی خیز اور دل پذیر ہیں۔ ان تعلیمات کو اپنا کر ہم دین و دنیا کی سعادتوں اور برکتوں سے مالا مال ہو سکتے ہیں اور ایک صالح معاشرے کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔ جنگ و جدال، لڑائی جھگڑا، اختلاف و انتشار، آپسی رس کشی اور باہمی دشمنی کی ایک بڑی وجہ ہماری زبان سے ادا ہونے والے غیر مناسب الفاظ و کلمات بھی ہیں۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زبان مہذب، گفتگو نرم، لہجہ سنجیدہ اور تلکم شائستہ رکھیں۔ گفتگو سے متعلق قرآنی ارشادات و ہدایات پر عمل کر کے اختلاف و نزاع کی تلخ کو ہم بہت حد تک پاٹ سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہم سب کو قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

\*\*\*\*\*

شرح اشتہار

## سہ ماہی مجلہ الجیب

دنیا کے علم و ادب کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ "الجیب" خانقاہ مجیدیہ پھولاری شریف پٹنہ کا ترجمان۔ ایک دینی، علمی و ادبی مجلہ سے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ملک و بیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین و متعلمین، افسران و عہدہ داران بلکہ ہر خاص و عام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے۔ اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ لہذا باذوق و تاجربین اور تنظیم و تحریک کے مالکان سے پرغوص گزارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ اور اپنے نام و پتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ملٹی کلر اشتہار

پشت سرورق	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-
اندرون سرورق	مکمل صفحہ	4,000/-	نصف صفحہ	2,000/-	چوتھائی صفحہ	1,000/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	3,000/-	نصف صفحہ	1,500/-	چوتھائی صفحہ	750/-
-------------	-----------	---------	----------	---------	--------------	-------



خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تاکہ ان کے آرڈر کو

حتمی شکل دی جاسکے۔ PhonePe & GPay : +91-7250433562

## دیوان فرد دفتر دوم کا ایک اہم حصہ قطعاً تواریخ

● محمد یحییٰ اللہ قادری — متعلم جامعہ عارفیہ سیدسراواں کوٹ شامی (الہ آباد)

نور چشم عزیز الوجود مولوی محمد یحییٰ اللہ سلمہ صاحب زادہ گرامی جناب حضور مدظلہ العالی؛ خانقاہ مجیبیہ کے سلیل العلم والسیادت ہیں، جامعہ عارفیہ سیدسراواں میں عربی کے متوسط درجہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، مدرسہ اور گھر کے علمی ماحول نے اسلاف کی روش کا ان میں ذوق بخشا ہے، حضرت فرد کے دیوان میں مذکور قطعاً تواریخ کو موصوف نے ذاتی ذوق سے یکجا لکھ کر کچھ باتیں ان قطعاً کے تعارف میں اپنی وسعت کے مطابق لکھی تھیں اور اپنے والد گرامی جناب حضور مدظلہ کو دکھا کر مضمون کی اصلاح کرائی تھی، موصوف کی علمی تشوین اور فکرون میں صلابت و استحکام نیز صحت و عافیت کی دعا کی درخواست کے ساتھ ان کی یہ اولین کاوش الجیب کے قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صوبہ بہار کا مردم خیر قصبہ پھلواری شریف میں علم و عرفان اور تصوف کے ساتھ شعر و سخن اور زبان و ادب کی تاریخ بہت قدیم رہی ہے، اکابرین خانوادہ زینبی و جعفری نے زبان و ادب اور سخن شناسی کے ذریعہ بھی دین متین کی ترویج و اشاعت اور آبیاری میں نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔

صوبہ بہار میں ہمارے بزرگوں کا اپنے اپنے تابناک دور میں علم و ادب کی خدمات میں اہم کردار رہا ہے اور ہمارے اکابر نے اس اہم موضوع کے فروغ و ارتقاء میں اس کی افادیت و مقبولیت کو بھی تقویت و وسعت عطا کی ہے۔

دنیا کے علم و ادب میں شعر و شاعری کو ایک اہم درجہ حاصل ہے، اکابرین پھلواری شریف نے علم و عرفان کی خدمات کے ساتھ شاعری و انشا پر دازی پر بھی خوب خوب طبع آزمائی کی ہے، اس فن میں ہمارے بزرگوں کو انفرادی حیثیت حاصل رہی ہے،



ہمارے نانا ابا عمدة المتوکلین مولانا سید شاہ بلال احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ فی البدیہہ تاریخ گوئی میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ عہد حاضر میں ابی و شیخی جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری، مشفق مکرم کچھلے دادا (ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری)، منصور نانا (حضرت مولانا شاہ بدر احمد محبیبی، جن کی بے شمار عنایتیں و شفقتیں اس ناچیز کے ساتھ ہیں، جنہوں نے اس مبتدی طالب علم کو مسلسل بالاولیہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور قرأت و سماعت حدیث کے بعد اجازت نامہ سے بھی سرفراز فرمایا، متع اللہ تعالیٰ بطول بقائکم المسلمین)، استاذی و مشفق عاصم ماموں (مولانا حافظ شاہ محمد فصیح الدین عاصم زینبی قادری) مدظلہم و دامت برکاتہم کو تخریج مادہ تاریخ و قطعات تواریخ کا اچھا خاصا ملکہ حاصل ہے۔

حضرت سید نافرد الاولیاء محمد و شاہ ابوالحسن فرد پھلواری قدس سرہ کو تصوف، احسان، علم و عرفان، مقام ولایت کے ساتھ ساتھ شعر و سخن میں بھی نمایاں مقام حاصل ہے، اس وقت ہمارا موضوع حضرت مذکور کے دیوان مسی بہ ”دیوان فرد“ کے دفتر دوم سے تاریخی قطعات کو سپرد قریاس کر کے قارئین الحیب کے لیے پیش کرنا ہے، ایسے تو تاریخی قطعات کو شعر و سخن کے صنف میں ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، دیوان فرد کا یہ حصہ بھی بہت اہم اور نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔

حضرت فرد کے دیوان میں جتنے قطعات تواریخ شامل ہیں، ان میں اکثر حصہ، بزرگوں کے بارے میں ہے، آپ نے خاص خاص موقعوں پر بھی تاریخیں کہی تھیں، ان میں سے بھی کچھ چیزیں دیوان میں ذکر ہوئی ہیں، آپ نے جس انداز سے تاریخیں کہی ہیں، ان میں سالم الاعداد، تعمیم اور تخریج کے اصول کے مطابق تمام تاریخیں مجھے خوبصورت اور اچھی معلوم ہوتی ہیں، ہر ایک قطعہ تاریخ سے، اس شخصیت کی صحیح تصویر سامنے آجاتی ہے، جن کی آپ نے تاریخ کہی ہے، اس طرح جس واقعہ کا آپ تاریخ میں ذکر کرتے ہیں، اس سے اس واقعہ کی بھی مکمل وضاحت ہوتی ہے، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو، حضرت فرد کے دیوان میں شامل قطعات تواریخ کا حصہ نہ صرف یہ کہ شعر و سخن کے حوالہ سے ایک اہم چیز ہے؛ بلکہ پھلواری شریف سے متعلق تاریخی معلومات اور آپ کے قبل کے بزرگوں، نیز آپ کے زمانے کے اہل علم میں سے چند حضرات کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں، ہمارے بزرگوں میں جن حضرات نے پھلواری شریف کی تاریخ بعد کے عہد میں لکھی ہے، ان کی نظر میں بھی دیوان فرد کے قطعات تواریخ یقیناً شامل رہے ہوں گے؛ اس لئے تاریخی حیثیت سے آپ کے دیوان کا یہ حصہ نہایت اہم معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت فرد نے جن واقعوں اور جن اکابر کی تاریخیں کہی ہیں، وہ آپ کے عہد کے تھے یا آپ ان کے عہد سے قریب عہد کے ایک بڑے معتبر اہل علم تھے، آپ نے ان میں بعض اکابر اور اس طرح بعض چیزوں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؛ اس لئے پھلواری شریف کی تاریخ سے متعلق اس علمی سرمایہ کو موجودہ دور کے اہل علم کے درمیان پیش کرنا وقت کی ضرورت تھی تاکہ اہل علم حضرات اس پر اپنی تحریروں سے علم و فن کی نئی نئی باتیں تحریر کریں؛ تاکہ مجھ جیسے طالب علم کو بھی علم و فن سے واقفیت حاصل ہو اور نئی چیزیں سیکھنے کا موقع ملے۔

## مادہ تاریخ انتقال

محبوب رب العالمین مقصود السالکین حضرت سیدنا خواجہ محمد عماد الدین قلندر قادری پھلواروی قدس سرہ العزیز آپ سیدنا تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ کے پیر بیعت، استاذ اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، حضرت امیر عطاء اللہ زینبی جعفری کی پانچویں پشت میں آتے ہیں، علم و فضل میں آپ کو مرتبہ عظیم حاصل تھا، آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم برہان الدین عرف لعل میاں قدس سرہ بھی بڑے عابد و زاہد اور خدا رسیدہ بزرگ تھے، حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ نے علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کے بعد سید المستقر قین حضرت سید شاہ محمد فاضل قلندر قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کیا، حضرت خواجہ کی وفات ۵۹ رسال کی عمر میں ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۱۲۳ھ میں ہوئی، مزار مبارک والد ماجد حضرت لعل میاں کی درگاہ میں مرجع خلائق ہے۔

### قطعہ

خواجہ ما آن عماد الدین قلندر قادری \* آفتاب فخر و ملت اعظم ارکان دین  
انتقالش بستم ماہ جمادی الاول است \* بودہ ام در شکر سال او چومن اندوہ گین  
ناگهان مہر جمالش شد بدل جلوہ فروز \* گفت دل اے خواجہ و محبوب رب العالمین  
۱۱۲۳ھ

## مادہ تاریخ ولادت و برکت و رحلت سر اپا و صلّت

حضرت قطب الاقطاب خلیفۃ الرسول صاحب المقام الاولیسیہ مولانا سید محمد وارث رسول نماغازی پوری ثم بناری قدس سرہ العزیز آپ حضرت سیدنا مخدوم پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہ کے استاذ و مرشد ہیں، حضرت خواجہ عماد الدین قلندر کے عرفانی فیوض و برکات اور حضرت رسول نما بناری کے فیضان ولایت اور آپ کی نظر کیمیا اثر نے ہی حضرت تاج العارفین کو عارفین و کاملین میں مرتبہ کمال کا مورد بنایا تھا اور ان دونوں بزرگوں کے الطاف و عنایات ظاہری و باطنی نے انہیں علوم و عرفان تصوف و سلوک میں نمایاں مقام و مرتبت سے سرفراز کیا تھا۔

حضرت رسول نما بناری قدس سرہ ۱۰۸۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶۶ھ میں وصال فرمایا، پوری زندگی عشق و محبت رسول سے عبارت تھی، جس کے شب و روز اتباع کتاب و سنت میں مصروف اور دین و شریعت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقت تھے، مزار مبارک شہر بنارس میں کوئلہ بازار سے متصل محلہ کتوا پورا میں جو مولوی جی کا باڑا سے مشہور ہے، مرجع خاص و عام ہے۔

آن سید و وارث رسول عربی \* از سال ولادتش اگر می طلبی  
لاریب خلیفہ رسول اللہ ست \* تاریخ وصال اوست باذات نبی  
۱۰۸۷ھ ۱۱۶۶ھ

## قطعہ تاریخ انتقال

حضرت آفتاب طریقت تاج العارفين نائب رسول اللہ ﷺ و مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری الغلو اروی قدس سرہ العزیز حضرت سیدنا تاج العارفين قدس سرہ العزیز ۱۱ ربيع الثانی ۱۰۹۸ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی درجات کی کتابیں حضرت شاہ برہان الدین لعل میاں سے پڑھیں، پھر ۱۱۰۵ھ سے ۱۱۱۵ھ تک اپنے پھوپھی زاد بھائی اور پیر و مرشد حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کے حلقہ درس میں رہے، اس کے بعد مزید حصول تعلیم کے لیے بنارس تشریف لے گئے اور حضرت قطب الاقطاب صاحب المقام الاولیئہ مولانا سید شاہ محمد وارث رسول نماباری قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں زانوئے تلمذتہ کیا اور بقیہ درسیات کی تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ ۸ رمضان المبارک ۱۱۲۲ھ میں حکم بارگاہ نبوی ﷺ طریقہ قادریہ مجاہدیہ میں حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ حضرت خواجہ نے آپ کو تمام سلاسل کی اجازت بھی معاً عطا کر دی، اس کے بعد حضرت مولانا رسول نماباری نے بھی آپ کو لباس خرقہ کر کے جمع سلاسل کا تحریری اجازت نامہ مہر و دستخط سے مزین فرما کر عطا کر دیا۔ حضرت خواجہ صاحب کے وصال کے بعد آپ کو اپنے وطن پھلواڑی شریف میں مستقل اقامت اختیار کرنی پڑی۔ ۱۱۲۴ھ اور ۱۱۲۵ھ میں خانقاہ و دارالعلوم مجیدیہ کی بنیاد رکھی۔ رشد و ہدایت خلق اور دین و مذہب کی ترویج و آبیاری میں ہمہ تن مصروف و منہمک رہ کر ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۱۹۱ھ روز شنبہ قریب نصف النہار وصال فرمایا۔

قطعہ نویس (حضرت فرد) حضرت سیدنا تاج العارفين پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہ کے حفید سعید تھے یعنی حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہ کے خلف اکبر تھے، اپنے جد امجد کے وصال کے تقریباً ۲۰ دن بعد پیدا ہوئے، جب آپ کی عمر شریف حد شعور کو پہنچی ہوگی تو فرشتہ خود بزرگ کے اوصاف و محامدن کر دل بے تاب تڑپ رہا ہوگا، چنانچہ اسی عالم اضطراب میں انہوں نے کئی منقبتیں کہیں اور حضرت کے وصال پر قطعہ تاریخ بھی لکھا۔

مولد و عمر و وفات حضرت پیر مجیب	✽	در شمار آمد پس از چندے بہ نظمم این چنین
عمر پاکش جز "محمد" نیست دیگر با کمال	✽	مولد او پر فیوض و نیر فخر الواصلین
۹۳		۱۰۹۸ھ
۹۳		۱۰۹۸ھ
سال نقلش نائب ختم نبی و ہادی ست	✽	ہم بگفتم سر پناہے بود و تاج العارفين
۱۱۹۱ھ		۱۱۹۱ھ

## مادہ تاریخ رحلت

حضرت شاہ محمد مسیح اللہ عیسیٰ پوری قدس سرہ

حضرت شاہ محمد مسیح اللہ حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہ کے مرید تھے۔ عیسیٰ پور پھلواڑی شریف

کے رہنے والے تھے، مزید حالات نہیں معلوم۔

نقل چون کرد آن یگانہ عصر ❁ فنکر کردم بسال او ناگاہ  
گفت ہاتف شنو ز روے زمین ❁ رفت بر آسمان مسیح اللہ  
۱۲۱۸  
۷  
۱۲۲۵ = ۱۲۱۸ + ۷

### مادۃ تاریخ رحلت

عصمت مآب حضرت ولیہ عارفہ زوجہ مطہرہ اولیٰ حضرت فردا اولیاء قدس سرہما

حضرت فرد کی یہ زوجہ مرحومہ حضرت مولانا شاہ عبدالمغنی بن ملا محمد معین بن قاضی حیات مزید جعفری رحمہ اللہ کی صاحبزادی تھیں، ان سے ایک فرزند ابو محمد علی حسن میاں پیدا ہوئے، جو عنقوان شباب میں ہی رحلت فرما گئے تھے، مرحومہ کی تاریخ وفات ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۷ھ روز یکشنبہ ہے۔ حضرت فرد کی دوسری شادی اسی خاندان میں مولانا شاہ عبدالمغنی بن ملا حسین بن قاضی حیات مزید کی دختر عقیفہ سے ہوئی، جن سے حضرت شاہ نور العین اور حضرت شاہ علی حبیب نصر قدس سرہما تھے۔

خانہ فسر دگشت چون ویران ❁ ماتے سخت بردل و جان شد  
سال تاریخ این غم جانسوز ❁ گفت ہاتف کہ خانہ ویران شد  
۱۲۷۷ھ

### مادۃ تاریخ ارتحال

حضرت شمس الملتہ والحق والدین مولانا شاہ شمس الدین ابوالفرح محیبی پھلواری قدس سرہ

آپ حضرت مولانا شاہ احمد عبدالحی بن حضرت تاج العارفین قدس سرہما کے صاحبزادے اور حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے برادرزادہ و فیض یافتہ ہیں، درسیات کی تکمیل اتناذ الکل حضرت ملا وحید الحق ابدال قدس سرہ سے کی، بیعت و اجازت و خلافت جدا مجد حضرت تاج العارفین قدس سرہ سے تھی، آپ متحر عالم کے ساتھ شیخ مرتاض بھی تھے فن شاعری میں مہارت تامہ رکھتے تھے، آپ کا دیوان موجود ہے، بہ سلسلہ رشد و ہدایت کلکتہ میں قیام رہا اور وہیں بتاریخ ۱۳ شعبان المعظم ۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۳ء روز چہار شنبہ وفات پائی، آپ کامرا محلہ مصری گنج کلکتہ میں آپ کے مرید مرحوم منشی غلام رحمان کی مسجد کے حجرہ میں زیارت گاہ عالم ہے۔

جناب شاہ شمس الدین ابوالفرح ❁ بمشرق چون غروب آن نور فرمود  
خرد از طلعتش تاریخ این حشر ❁ بگفتا در دلم خورشید حق بود  
۱۲۲۸ھ

## ایضاً

چو ذاتش در حقیقت شمس دین بود ❁ بمشرق طلعتش چون نور ایمان  
جهان تاریک شد از رحلت او ❁ خردگفتا کہ شد خورشید پنهان  
۱۲۲۸ھ

## مادۂ تاریخ ارتحال

صاحب التصرف والکرامۃ شہباز طریقت حضرت شاہ خدا بخش قادری پھلواری قدس سرہ  
حضرت شاہ خدا بخش بن شیخ غلام شرف قانون گو حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے مرید باختصاص اور یاران  
کاملین سے ہیں، آپ کو حضرت تاج العارفین کا قرب خاص حاصل تھا، ہمیشہ اپنے شیخ و مرشد کی خدمت و صحبت میں مصروف  
رہے، آپ عیسیٰ پور محلہ پھلواری شریف کے باشندہ تھے، مزار شریف حضرت مولانا رسول نمابناری قدس سرہ کے احاطہ مزار میں ہے،  
تاریخ وفات ۲۰ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ روز دو شنبہ ہے۔

چو آن عاشق آفتاب طریقت ❁ کہ بود از ازل مہر او سزوشتم  
ز بہرت زدہ آتشے در جہان ❁ بگفتم کئی کز عمت جان بر شتم  
بگفتا ز تاریخ در یاب و صفم ❁ یقین دان کہ من آفتاب بہ شتم  
۱۲۳۱ھ

## مادۂ تاریخ ارتحال

حضرت محی السالکین زبدۂ الکاملین مولانا شاہ محمد نور الحق تپالی مجیبی قادری پھلواری قدس سرہ  
آپ حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے حفید معید تھے، کتب درسیہ حضرت ملا وحید الحق ابدال سے تمام کیں، بیعت و  
اجازت و خلافت اپنے جد امجد حضرت تاج العارفین سے ۱۱۷۳ھ میں حاصل ہوئی، دوران تعلیم ہی میں حضرت تاج العارفین  
نے آپ کو حضرت شاہ غلام نقشبندی کی وفات کے بعد ۱۱۷۳ھ میں سجادہ عمادیہ پر جانشین کر دیا تھا، آپ سے سجادہ عمادیہ کو بہت  
ترقی ہوئی، سینکڑوں آپ کی کفش برداری سے مراتب عالیہ کو پہنچے اور آپ کے چشمہ علم و عرفان سے سیراب ہوئے، آپ مادر زاد  
ولی، بڑے رحم دل، کریم النفس نہایت ذہین و طباع بزرگ تھے، صاحب حضوری اور خدمت ابدالیت پر مامور تھے، شعر و سخن میں بھی  
کمال تصرف رکھتے تھے، تپان تخلص کرتے تھے، آپ کا دیوان ۲ جلدوں میں دست خاص کا لکھا ہوا خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں  
موجود ہے۔ ۴ شعبان المعظم ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء پٹنہ میں انتقال فرمایا اور جنازہ پھلواری شریف لاکر حضرت لعل میاں قدس سرہ  
کی درگاہ میں پورب جانب آسودہ خاک ہوئے۔

چون جناب تپال بشوق تمام ❁ رخت در راہ وصل حق بر بست  
گفت ہاتف ز روئے او پندار ❁ نور حق بودہ و بحق پیوست

۱۲۳۲

۱۲۳۲+۱=۱۲۳۳ھ

## مادہ تاریخ ارتحال

حضرت مولوی معنوی شاہ محمد عبدالمعنی جعفری پھلواروی قدس سرہ

آپ حضرت ملا محمد معین جعفری کے صاحبزادے اور حضرت قاضی حیات مزید جعفری کے حفید ہیں، نہایت متقی و پرہیزگار، ذکی و ذہین تھے، ولادت ۱۱۵۰ھ میں ہوئی، تکمیل درسیات اتناذ الکل حضرت ملا وحید الحق ابدال سے کی، آپ کا مبلغ علم بہت بلند تھا، پھلواری شریف کے جمید علما سے ہیں، برابر درس و تدریس کا مشغلہ رکھا، بیعت و خلافت حضرت تاج العارفین سے تھی، آپ نہایت مرتاض، عبادت گزار، صاحب تصرفات و کرامات تھے، باوجود یکہ آپ کو بہت سے شیوخ سے اجازت حاصل تھی، مگر آپ نے کسی کی بیعت نہیں لی، صرف تین آدمی کو شدید اصرار پر آپ نے مرید کیا، آپ کی وفات ۲۸ رمضان المبارک ۱۲۳۳ھ شب یکشنبہ کو ہوئی اور مسجد گنگی پھلواری شریف کے مشرقی دروازہ پر مدفون ہوئے۔

بست ہشتم ز ماہ رمضان بود ❁ سفر آنجناب والاحباب

سخن آخرین کہ برب راند ❁ کلمہ لا الہ الا اللہ

از خرد سال رحلتش جستم ❁ کرد ہاتف بفر من چو نگاہ

بسر فرد خواند این مصرع ❁ قُدِّسَ سِرُّهُ وَ طَابَ ثَرَاهُ

۱۱۵۳

۸۰

۱۱۵۳+۸۰=۱۲۳۳ھ

ایضاً

دل پاکش چو داشت شوق لقا ❁ حق تعالی بسوی خویش خواند

قرب او دیدہ ہر ملک چون فرد ❁ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ برب راند

۱۲۰۱ ۳۲

۱۲۰۱+۳۲=۱۲۳۳ھ

ایضاً

بود مشتاق وصل حق از جان ❁ کش عشق برد سوائے خدا

از سر اعتقاد فرد بگفت \* رَضِيَ رَبُّهُ بِهِ أَبَدًا

۱۲۳۲

۱+۱۲۳۲=۱۲۳۳ھ

ایضاً

بود کامل بظاہر و باطن \* و از قیود زمانہ مستغنی

ظاہر شس بود کاشف باطن \* باطنش بود باغدادے غسنی

گر چه دو ہست ظاہر و باطن \* لیک اینجا یکے ست در معنی

سال نقلش چو از خسرد جستم \* گفت تو بیش ازین چه فسر کنی

منتخب کردش ز روئے زمین \* آہ اے و اے مولوی مغنی

۱۲۲۶

۷

۷+۱۲۲۶=۱۲۳۳ھ

مصرع مذکورہ کی تبدیلی سے سن فصلی برآمد ہوتا ہے

دست غم رفت بر سر احباب \* آہ اے و اے مولوی مغنی

۱۲۲۴

۱

۱+۱۲۲۴=۱۲۲۵ھ

## مادہ تاریخ رحلت

عالیہ متعالیہ حضرت مقدسہ مطہرہ عارفہ کاملہ ام المریدین زوجہ حضرت شیخ العالمین قدس سرہما

مرحومہ رحمۃ اللہ علیہا حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کی اہلیہ اور قطعہ نویس (حضرت فرد) کی والدہ ماجدہ ہیں، آپ کا نام بی بی

مبینہ ہے، آپ حضرت حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسوجلہ کریم چک ضلع چھپرہ (م ۱۲۱۰ھ) کی صاحبزادی تھیں، بہت نیک و عفت مآب

تھیں، آپ کے والد گرامی حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسوجلہ صاحب علیہ الرحمہ نسباً ہاشمی تھے، ان کے والد شیخ پیر نظر محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو

حضرت مولانا محمد وارث رسول نما بناری قدس سرہ کے مرید تھے۔

حضرت حکیم باسوجلہ صرف علوم ظاہری و ثروت و وجاہت میں ممتاز تھے، بلکہ فقر و عرفان میں بھی آپ کا بلند پایہ تھا، صوفیا کا

طبقہ آپ کو بلند نگاہ سے دیکھتا تھا، آپ حضرت مولانا سید محمد وارث رسول نما بناری قدس سرہ کے مرید حضرت شاہ محمد عصمت اللہ عثمانی

کھلپوری کے مرید تھے، حکیم صاحب کا مزار مقبرہ مجیبیہ میں حضرت ملا وحید الحق ابدال کے پہلو میں ہے۔

چون جناب عالیہ رحلت نمود \* داشت بس در حضرت زہرا قبول  
گفت ہاتف قرب او دیدیم بس \* در جناب فاطمہ بنت الرسول  
۱۱۷۴ ۶۲

۱۲۳۶ = ۱۱۷۴ + ۶۲ ھ

## مادہ تاریخ ارتحال

شمع خاندان مجیبی چراغ دو دمان نعمتی صاحب نسبت و حالت شباب فی اللہ مولوی علی حسن نعمتی قدس سرہ

آپ حضرت فرد الاولیاء قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے ہیں، کم سنی ہی سے بڑے صاحب حالات رفیعہ تھے، تصوف و فقر کی طرف فطری مناسبت رکھتے تھے، اس لیے حضرت شیخ العالمین نے آپ کی ظاہری و باطنی تعلیم میں بڑی سرگرمی فرمائی، آپ کی عمر شریف میں سترہویں سال کی ابتدا ہی ہوئی تھی کہ تکمیل ظاہری و باطنی سے فراغت پانچے اور ان کی رسم شادی سے بھی حضرت شیخ العالمین نے فرصت کر لی تھی اور یہ ارادہ تھا کہ آپ کو اجازت و خلافت دے کر جانشین کر دیں اور خود خلق سے انزوائے محض اختیار کریں، مگر مشیت نے اس کاموقع نہ دیا، شادی کے چند مہینہ بعد حضرت مولانا شاہ ابو محمد علی حسن قدس سرہ نے رحلت فرمائی، حضرت شیخ العالمین کے رنج و الم کا کیا پوچھنا؟ بہت سے حوصلوں اور تمنائوں کا خون ہو گیا، اس واقعہ کے بعد حضرت شیخ العالمین کا خیال جانشینی کے لیے حضرت فرد الاولیاء کی طرف پلٹا اور اس روز آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کر لیا، آپ کی وفات آخر ماہ ربیع الثانی ۱۲۳۶ھ میں ہوئی، مزار شریف حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے گنبد شریف کی دیوار کے درمیان صدر دروازے کے پورب واقع ہے۔

چو رفت از چشم من آن نور چشم \* چو گویم تیسرہ در چشمم جہان بود  
کف حسرت ز غم مالیدہ ہاتف \* بکفتا آہ خورشید زمان بود  
۱۲۳۶ ھ

## مادہ تاریخ

تعمیر مسجد شریف خانقاہ عالم پناہ مجیبی

مسجد مجیبی کی بنیاد حضرت تاج العارفین نے ۱۱۳۸ھ میں ہی رکھی تھی، اس وقت مسجد سفال پوش تھی، سو سال کے بعد اس کی پختہ تعمیر کا کام حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے عہد میمنت مہد ۱۲۳۸ھ میں شروع ہو کر ۱۲۳۹ھ میں مکمل ہوا، پھر اس کے بعد متعدد بار تعمیر کا کام ہوا، لیکن مسجد کے صدر دروازے پر حضرت فرد قدس سرہ کی کبھی ہوئی تاریخ کا کتبہ آج بھی آویزاں ہے۔

بعد صد سال گشت چون پختہ \* مسجد خانقہ باین ترتیب  
سال او گفت ہاتف از حق \* مسجد خانقاہ پیر مجیب  
۱۱۳۱ ۱۰۸

۱۲۳۹ = ۱۱۳۱ + ۱۰۸ ھ



## مادہ تاریخ انتقال

حضرت شیخ العالمین شفیع المریدین صاحب السرمجوب اللہ مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری پھلواری قدس سرہ آپ حضرت سیدنا مخدوم تاج العارفين پير محمد مجيب اللہ قادری قدس سرہ کے خلف و جانشین ہیں اور تاریخ گو (حضرت فرد الاولیاء قدس سرہ) آپ کے ہی خلف اکبر و جانشین ہیں۔ شب چہارم محرم الحرام ۱۱۶۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، کتب درسیات حضرت ملا وحید الحق ابدال سے پڑھیں، ۱۱۷۷ھ میں بتاریخ ۲۸ رمضان المبارک اپنے والد ماجد حضرت تاج العارفين قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی، بدو شعور سے ہی آپ کی طبیعت طاعات و عبادات، ریاضات و مجاہدات کی طرف مائل تھی، تقریباً ۳۳ سال اپنے والد بزرگوار کی خدمت و صحبت اور تربیت و معیت میں رہے، حضرت تاج العارفين کے وصال کے بعد باشارہ نبوی ﷺ آپ کو سلسلہ وار شیعہ مجیبیہ کی جانشینی کے لیے منتخب کیا گیا، ۵۵ سال کا طویل عرصہ منصب سجادگی پر فائز رہے اور ۸۸ سال کی عمر میں ۲۹ شعبان المعظم ۱۲۴۷ھ روز پنجشنبہ سفر آخرت کے لیے روانہ ہوئے۔

شیخ من کونعمت اللہ بود \* بود الحق نعمت عالم نواز  
سال نقلش عالمے باگریہ گفت \* دو جہان را دستگیر و چارہ ساز  
۱۲۴۷ھ

ایضاً

ز سال رحلت آن شیخ عالم \* عدد بر صفحہ خطا طرہ نو شتم  
بروح پاک او چون عرض کردم \* بگفتا ماہ تابان بہ شتم  
۱۲۴۷ھ

ایضاً

فرد چون کرد فکر سال وصال \* ہاتھ این گھر بنظم سفت  
شیخ ما پھو پیسہ بسطامی \* لیس فی جیبتی سوی اللہ گفت  
۱۲۴۷ھ

## مادہ تاریخ ارتحال

وحید العصر فرید الدہر مولوی معنوی شاہ محمد علی اکبر قادری پھلواری قدس سرہ آپ اتاذ الکل حضرت ملا وحید الحق قدس سرہ کے خلف اصغر اور حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ۱۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے، کتب درسیہ بہ تمام و کمال اپنے والد ماجد سے پڑھیں، بیعت و اجازت بھی والد سے حاصل کی، والد کے

انتقال کے بعد حضرت شیخ العالمین سے رجوع کیا اور بڑی بڑی ریاضتیں کیں، تکمیل درسیات کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ جاری رہا، ۹/۱۲/۱۲۴۷ھ میں رحلت فرمائی، اپنے والد کے پائنتی میں درخت مولسری کے نیچے مدفون ہوئے۔

خدا را عاشقے بودہ است و صادق ❁ جناب مولوی شاہ اکبر  
 بمہ عمید قربان چو کمر بست ❁ با حرام لقاے پاک داور  
 وصالش حج اکبر بود گویا ❁ بتاریخش فرو بردیم چون سر  
 دلم گفتا ز روے جوش با شوق ❁ شدہ واصل بحق اللہ اکبر  
 ۳ ۴۰۹ ۸۳۵  
 ۳+۴۰۹+۸۳۵=۱۲۴۷ھ

### مادہ تاریخ

حضرت مولانا شاہ و عد اللہ قادری مجیبی پھلواری خواہر زادہ و خلیفہ حضرت شیخ العالمین قدس سرہما حضرت تاج العارفین کی صاحبزادی بی بی عارفہ رحمہا اللہ کے صاحبزادے ہیں، ولادت ۱۱۷۶ھ میں ہوئی، کتب درسیات اپنے خالو حضرت ملا و حیدالحق ابدال سے پڑھیں، ۱۱/ربیع الآخر ۱۱۹۴ھ میں اپنے ماموں حضرت شیخ العالمین سے مرید ہوئے، تکمیل سلوک کے بعد حضرت شیخ العالمین نے جملہ سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی، ۲/ذی قعدہ ۱۲۴۸ھ میں رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہوئے۔

### قطعہ تعمیر

صاحب فضل شاہ و عد اللہ ❁ چون وفا کرد با خدا و عدہ  
 رفت سوے سمازپاے ادب ❁ روز دویم ز ماہ ذیقعدہ  
 ۲ ۱۲۴۶  
 ۲+۱۲۴۶=۱۲۴۸ھ

### مادہ تاریخ ارتحال

قدوۃ الکاملین فخر الواصلین حضرت شاہ کریم عطا چشتی سلونی قدس سرہ

حضرت شاہ کریم عطا سلونی صاحب خانقاہ سلون کے مشائخ میں سے ہیں، حضرت شاہ پیر محمد اشرف سلونی بن حضرت شاہ پیر محمد سلونی کے پسر زادے ہیں، ۱۱۷۶ھ میں تولد ہوئے، آپ کے احوال باطنی پر ایک مفصل کتاب موجود ہے، جو آپ کے صاحب زادہ شاہ محمد پناہ عرف جی میاں صاحب کی تالیف ہے، ۱۲۴۸ھ میں شاہ کریم عطا صاحب نے وفات پائی، خانقاہ مجیبیہ اور خانقاہ کریمیہ کے بزرگوں میں شیخ معز الدین کر جوی کی بنیاد پر قدیم تعلقات رہے ہیں، اسی تعلق کے تحت حضرت فردا اولیاء پھلواری قدس سرہ نے

حضرت شاہ کریم عطا صاحبؒ کی وفات پر حسب ذیل قطعات کہے تھے، جو ان کے دیوان میں بھی شامل ہیں۔  
خانقاہ مجیبیہ اور خانقاہ کریمیہ کے بزرگوں کے مابین مکاتبت و مراسلت کا سلسلہ بھی رہا ہے، دونوں خانقاہوں کے بزرگوں کے کثیر مکاتیب اس پر شاہد عدل ہیں۔

زدل سوال نمودم ز قطعہ تاریخ \* بسال رحلت این شیخ واجب التعظیم  
ملک بگفت بگو شتم کہ از جہان برخواست \* پناہ اہل زمین و عطای خاص کریم  
۱۲۴۸ھ

ایضاً

زندہ اولیا کریم عطا \* نقل فرمود چون بخلد برین  
تیسرہ شدا ز وفات او آفاق \* خلق راشد گمان روز پسین  
از تہ دل شنیدم این مصرع \* شد نہان آفتاب زیر زمین  
۱۲۱۸ ۳۰

۱۲۴۸ = ۱۲۱۸ + ۳۰ھ

### مادہ تاریخ

تیاری چابوترہ سنگین درگاہ شریف حضرت شیخ العالمین قدس سرہ  
۱۲۵۱ھ میں حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے چابوترہ پر سنگ کاری کی گئی، جس کا اہتمام مولوی کمال علی بن میر  
عبدالعلی جعفری پھلواری نے کیا، جو حضرت فرد کے برادر نسبتی تھے، جو ۱۲۵۵ھ میں الہ آباد بورڈ کے، ۱۲۶۳ھ میں پٹنہ کے اور  
۱۲۷۱ھ میں بھاگلپور کے سررشتہ دار (پیش کار) رہے۔ ان کی وفات ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۷۲ھ بھاگلپور میں ہوئی۔

در ہزار و دو صد و پنجہاہ و یک \* بود از بجزرت کہ سنگین شد بنا  
گفت ہاتف سال تعمیرش ز اوج \* بود باقی این بناے خوشنا  
۱۲۴۱ ۱۰

۱۲۵۱ = ۱۲۴۱ + ۱۰ھ

ایضاً

با کمال وسعت و سنگین بنا \* شد چو این چابوترہ خلد آستان  
سال تعمیرش بمن رضوان بگفت \* دلکش تر گوئی از صحن جنان  
۱۲۵۱ھ  
این رشک فزائے صحن جنت \* از سنگ چو ثانیاً بنا شد

فرمود ملک بگوשמ از اوج ❁ سنگین شد و بسکہ دلکش شد

۱۲۳۱

۱۰

۱۲۵۱ = ۱۲۳۱ + ۱۰

## مادہ تاریخ انتقال

حضرت استاذ فیاض سید العلماء سید العرفاء مولانا مولوی شاہ احمدی قادری پھلواری قدس سرہ

حضرت ملا وحید الحق قادری پھلواری کے خلف اکبر اور حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے نواسے ہیں، ۷ صفر

المظفر ۷۷ھ میں پیدا ہوئے، درسیات بہ تمام و کمال اپنے والد ماجد سے پڑھیں، بہت ذہین و فطین تھے، ۷ ارسال کی عمر میں

فارغ التحصیل ہوئے، بیعت و اجازت اپنے والد سے تھی، مگر سلوک کی تکمیل حضرت شیخ العالمین سے ہوئی، انہوں نے اجازت

و خلافت اور الباس خرقہ سے ممتاز و مقرر فرمایا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد سجادہ بنید یہ پر جانشین کیے گئے، آپ صاحب تدریس

و تصنیف کے ساتھ ضلع شاہ آباد، گورکھ پور اور ساران کے مفتی عدالت بھی تھے، سفر و حضر ہر حال میں طلبہ آپ کے ساتھ رہتے اور آپ

ان کی کنال فرماتے۔ آپ کے صاحبزادگان مولانا شاہ ہادی مع برادران اور آپ کے ماموں حضرت شیخ العالمین کے ساتوں

صاحبزادگان آپ کے علمی خزانے کے حامل تھے، یکم شعبان المعظم ۱۲۵۱ھ تاریخ وفات ہے، مقبرہ مجیبیہ میں مدفون ہیں۔

## قطعہ تعمیر

مولوی شاہ احمد صاحب ❁ بود استاد علم و افضل

سر نہادم بخاک بر در حق ❁ بہر تاریخ نقل این اکمل

گفت برو از سر ز خاک کہ اوست ❁ وارث علم احمد مرسل

۱۲۳۰

۲۱

۱۲۵۱ = ۱۲۳۰ + ۲۱

## ایضاً

بود چون شمع خاندان مجیب ❁ حضرت استاد والا حباہ

شد بخت بغيره شعبان ❁ سال نقلش بجز غرہ ماہ

۱۲۵۱

## ایضاً

چہ گویم در غم این ذات کامل ❁ کمال ظاہر و باطن بہم بود

چو بگذشت از سر دنیا بگوשמ ❁ امام ظاہر و باطن بفرمود

۱۲۵۱

۳

ایضاً

در ہر مصرع ثانی بالتعمیمہ از مصرع اول تاریخ ست

از روئے طریقت ارو بگویم ❁ سر دفتر واصلان حق بود  
۱۲۴۲ ۹

۱۲۴۲+۹=۱۲۵۱ھ

واز روئے سند بشرع نبوی ❁ ہر موئے تلش زبان حق بود  
۱۱۹۱ ۶۰

۱۱۹۱+۶۰=۱۲۵۱ھ

برستہ لب طلب ز مطلب ❁ تا پائے ز سر نشان حق بود  
۱۲۰۲ ۳۹

۱۲۰۲+۳۹=۱۲۵۱ھ

حق گفت کسیکہ گفت در وے ❁ در جملہ صفت ازان حق بود  
۱۰۳۱ ۲۲۰

۱۰۳۱+۲۲۰=۱۲۵۱ھ

ور بگری از دوئی بگویم ❁ بے کذب گو کہ شان حق بود  
۱۲۵۱

ایضاً

نقل چون کرد این فرید زمان ❁ سال نقلش بگفت ہاتف غیب  
از سر جان گذشتنت باید ❁ خاتم الاصفیا گو لاریب  
۱۲۵۱ ۳

۱۲۵۱-۳=۱۲۵۴ھ

## تاریخ وفات

اہل خانہ مولوی محمد علی علیہ الرحمہ

حضرت مولانا شاہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شمس الدین ابوالفرح قدس سرہ کے صاحب زادے ہیں، تاریخ ولادت ۸ شوال ۱۲۸۳ھ ہے، درسیات مولانا شاہ احمدی قدس سرہ سے پڑھیں، بیعت اجازت و خلافت اپنے والد سے حاصل کی پہلے بہار میں صدر امین مقرر ہوئے، پھر چنار گڑھ مفتی عدالت کے عہدہ پر فائز ہو کر تشریف لے گئے، تمام عمر خدمت افتاء میں بسر فرمائی، ۲۹ صفر المظفر ۱۲۴۷ھ میں رحلت فرمائی آپ کا مزار بنارس میں حضرت مولانا رسول نما بناری قدس سرہ کے جنوبی

دروازہ سے متصل ایک چابوترہ پر واقع ہے، آپ کی شادی مولانا عبدالمغنی قدس سرہ کی دوسری صاحبزادی سے ہوئی تھی، جن کی وفات ۲۳ رمضان المبارک ۱۲۵۱ھ دوشنبہ کے روز ہوئی۔

### قطعہ

آن عقیفہ نقل از دنیا چو کرد \* رفت در جنت کہ بس جائے نواست  
ہوشمندے گفت در یاب از پیام \* اذْخُلِیْ فِیْ جَنَّتِیْ تَارِیْخِ اوست  
۱۱۹۸ ۵۳  
۱۲۵۱ = ۱۱۹۸ + ۵۳ ھ

### مادہ تاریخ

زوجہ الہی بخش موضع سید یوسف پور ضلع پٹنہ

مرحومہ کی وفات ۹ جمادی الاخریٰ ۱۲۵۱ھ شنبہ کے روز ہوئی، جب کہ ان کے شوہر کی وفات ایک دن قبل ۸ جمادی الاخریٰ جمعہ کے روز ہوئی تھی۔ حضرت فردالاولیاء قدس سرہ نے اس واقعہ کو قطعہ تاریخ میں شامل رکھا ہے، جس سے ان کا کمال فن ظاہر ہے۔

### قطعہ

افسوس بزوجہ الہی بخش ست \* اندوہ وفات شوے حبانش بردہ  
در سال وفات گفت ہاتف کہ زنی \* از رحلت زوج روز دویم مسردہ  
۱۱۸۳ ۶۷  
۱۲۵۱ = ۱۱۸۳ + ۶۷ ھ

### مادہ تاریخ ارتحال

حضرت برگزیدہ کونین سید شاہ غلام حسین دانا پوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت منعم پاک قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے، ۱۰ محرم الحرام ۱۱۶۸ھ کو اپنی نانیہال کشن گنج میں پیدا ہوئے، ۲۱ محرم الحرام ۱۲۵۳ھ روز سہ شنبہ عین دوپہر کے وقت وفات ہوئی، مزار شاہ ٹولی دانا پور میں واقع ہے، آپ دانا پور کے بزرگ سید الحجذبین حضرت شاہ حسین چشتی کے پوتے ہوئے، مدارج و کمالات عرفانی میں بے نظیر تھے، اکابر حضرات آپ کے خلفا میں شامل ہیں، آپ کی وفات پر حضرت فردالاولیاء نے حسب ذیل قطعات کہے تھے، جن سے ان کے مقام و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔  
چوبست از خلق چشم این پیر عارف \* بیک چشمک مشرف از لقا شد

بتاز بخش ندائے آمد از جان ❁ فنائے عاشقان عین بقاشد  
 ۱۲۰۰ ۵۴  
 $۱۲۵۴ = ۱۲۰۰ + ۵۴$ ھ

قطعہ

کرد از دنیا چو رحلت این ولی ❁ سال نقلش از کمالش منجلی  
 یعنی اورا در شمار حی بدان ❁ قرب حق آرامگاہ آن ولی  
 ۱۲۳۶ ۱۸  
 $۱۲۵۴ = ۱۲۳۶ + ۱۸$ ھ

### مادۃ تاریخ وفات

میر شاہ قمر الدین ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ

سن ۱۲۰۳ھ میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے، حضرت شاہ غلام حسین دانا پوری کے برادر زادے اور حضرت شاہ شمس الدین حسین کے صاحبزادے ہیں، سلسلہ طریقت میں حضرت شاہ ابوالبرکات قدس سرہ کے جانشین و خلیفہ تھے، حضرت شاہ فرحت اللہ عظیم آبادی سے بھی خلافت حاصل تھی، اپنے معاصرین میں نہایت ممتاز اور اپنے خانوادہ میں مایہ ناز تھے، غیر خاندان میں سے اکابر حضرات بھی آپ کے خلفا ہوئے ہیں، آپ کی تصانیف میں ”جواہر الانوار“ اور ”اسرار قمریہ“ اہم کتابیں ہیں، ۲۰ شعبان ۱۲۵۴ھ میں وفات پائی، ملا میتن کی مسجد کے احاطہ قبرستان حضرت منعم پاک میں مدفون ہیں، درج ذیل قطعہ حضرت فردا اولیاء نے آپ کی وفات میں کہا تھا:

سالک راہ میر قمر الدین ❁ نیت محتاج وصف او بہ بیان  
 قمرے بود در عظیم آباد ❁ نور افزائے مجمع یاران  
 شب سہ شنبہ و شب بستم ❁ بود بے ریب از مشعبان  
 ہاتقے گفت از سر افسوس ❁ سال او از غروب ماہ بدان  
 ۱۲۵۴ ۱  
 $۱۲۵۵ = ۱۲۵۴ + ۱$ ھ

### مادۃ تاریخ

تعمیر حجرہ پختہ بردر خلوت بابرکت و جای شرف اقامت پیران و مقام سجادۃ پاکان علیہم الرضوان  
 خلوت مجیبی وہ مقدس مقام ہے جو حضرت تاج العارفین قدس سرہ کے عہد پاک سے آج تک حضرات صاحبان سجادہ

کی قیام گاہ و ریاضت گاہ رہی ہے، غلوت کا یہ مقام پہلے سفال پوش تھا، حضرت تاج العارفین قدس سرہ کو پختہ مکان اپنے لیے بنوانا پسند نہ تھا، اس لیے آپ نے زندگی میں پختہ مکان تعمیر نہ کیا، حضرت شیخ العالمین کی استدعا پر حضرت نے فرمایا کہ اس کی ضرورت ہے تو میرے بعد پختہ تعمیر کرالینا، میری زندگی کو سفال پوش مکان میں بسر ہونے دو، حضرت تاج العارفین کی وفات کے بعد یہ غلوت کہنہ اور لائق مرمت ہو چکی تھی، حضرت شیخ العالمین نے اس کو از سر نو پختہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا اور قطعاً کو اپنی سابق حیثیت پر باقی رکھ کر پختہ تعمیر کرایا اور اس کا لحاظ رکھا کہ غلوت کا جو جز و حضرت تاج العارفین کے عہد پاک کا اب تک مستحکم ہے، وہ باقی رکھ کر اور دیوار و بنیاد پر پختہ تعمیر کیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ملحوظ رکھا گیا، حضرت تاج العارفین کے عہد پاک کی ایک دیوار دھن جانب کی سانبان میں پچھم اور اتر سمت جس جگہ اسباب کی الماری پچھم جانب رکھی ہے اب تک موجود ہے، حضرت شیخ العالمین کے انتقال کے بہت عرصہ بعد حضرت نصر قدس سرہ کے عہد پاک میں سابق کی چھت بے مرمت ہو چکی تھی، حضرت نصر قدس سرہ نے چھت کو از سر نو تعمیر کرایا اور سابقہ خصوصیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی کڑیاں اور تختوں پر نشان دے کر چھت سے علاحدہ کیا، تاکہ پچھانے کے وقت ہر کڑی اپنی سابق جگہ پر پچھائی جاسکے اور اگلی ترتیب میں فرق نہ آئے۔

حضرت نصر قدس سرہ کی تعمیر کے بعد اب تک غلوت شریف کی تعمیر کا کوئی کام انجام نہیں پایا، البتہ اسی سال عرس ربیع الاول ۱۴۲۵ھ سے قبل انی و شیخی جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی نے غلوت شریف کے صحن اور دروازے کے سامنے والے حصے کو سطح زمین سے اونچا کر کے فرش بچھوایا ہے، کیوں کہ بارش کے دنوں میں غلوت شریف کے صحن میں پانی جمع ہونے کے سبب ایام زیارت اور عام دنوں میں بالخصوص حاملین تبرکات و بالعموم واردین و صادرین کو بھی دقت و مشقت ہوتی تھی۔

## قطعہ تعمیر

بعد یک چند بردر خلوت ❁ گشت تعمیر حبرہ پختہ

فرد تاریخ او باخر سال ❁ کرد تحریر حبرہ پختہ

۱۲۲۳

۳۰

۱۲۵۳ = ۱۲۲۳ + ۳۰

## مادہ تاریخ

شادی خانہ آبادی حضرت مولانا شاہ ولی احمد پھلواری قدس سرہ

حضرت مولانا سید شاہ ولی احمد پھلواری، بانی خانقاہ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ کے خلف دوم حضرت مولانا شاہ احمد



عبداللہ قادری کی اولاد میں ایک بھر عالم دین تھے، بانی خانقاہ تک آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: مولانا وصی احمد بن مولانا مصطفیٰ ابوالقاسم بن مولانا شاہ شمس الدین ابوالفرح قادری بن مولانا شاہ احمد عبداللہ بن مخدوم تاج العارفین پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہ۔

مولانا وصی احمد پھلواروی کی پیدائش ۳۰ رزی ۱۲۲۶ھ کو پھلوار شریف میں ہوئی، بنیادی تعلیمات سید العلماء مولانا احمدی پھلواروی سے حاصل کی، درسیات کی تکمیل مولانا شاہ محمد حسین پھلواروی سے کی، بیعت آپ کو اپنے نانا حضرت شیخ العالمین مولانا شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہ سے حاصل تھی، اجازت و خلافت اور سلوک کی تعلیمات حضرت فرد اور حضرت علی سجاد قدس سرہما سے پائی تھی، درس و تدریس، تصنیف و تالیف کے ساتھ خاندانی وراثت میں شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق پایا تھا، فن شاعری میں حضرت فرد سے تلمذ تھا، حضرت نصر قدس سرہ کے عہد سجادگی میں آپ کے دست و بازو بن کر آپ کا علمی تعاون فرمایا، آپ کی علمی کاوشوں میں قانع البدعات ایک اہم تالیف ہے، جو حضرت نصر کے حکم پر آپ نے تالیف فرمائی تھی، اس کے مطالعے سے حضرت نصر اور حضرت وصی قدس سرہما کے اصلاحی کارناموں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے، اس کے علاوہ حضرت وصی کا دیوان فارسی وارد بھی آپ کی علمی یادگار ہے، سابق میں پھلوار شریف سے شائع بھی ہو چکا ہے اور آپ ہی کے دیوان کی تصحیح و تدوین پر ہمارے چھوٹے دادا مولانا شاہ محمد وجہ اللہ قادری علیہ الرحمہ کو پی ایچ ڈی ڈگری تفویض ہوئی تھی۔ مولانا وصی احمد پھلواروی کا ایک اہم علمی کام کلیات فرد الاولیاء کی ترتیب بھی ہے، حضرت فرد کے وصال کے بعد آپ نے ان کے منتشر کلاموں کو جابجا سے کھوج کر جمع کیا اور بغرض حفاظت اس کی اشاعت فرمائی، حضرت فرد کے دیوان کو تحقیق و تنقید کے ساتھ علاحدہ طور پر ادبی معیار کے مطابق مرتب کرنے کا بھی ارادہ رکھتے تھے، اس سلسلہ میں ایک عمدہ ادبی مقدمہ بھی آپ نے تحریر فرمایا تھا؛ مگر دیگر علمی و درسی مشغولیتوں کی وجہ کہ تدوین و اشاعت کا کام آپ سرانجام نہ دے سکے، انہوں نے اپنی شادی کے مادہ تاریخ کا جن الفاظ میں تعارف پیش کیا ہے، ان میں حضرت وصی کی خاکساری ملاحظہ کریں، وہ لکھتے ہیں:

”شادی این کمینہ خادمان و کترین مستفیضان جامع این کلیات فیض آیات کہ براہ شفقت و غلام نوازی و عنایت و بندہ پروری پس از فراغ انجام آن شکر اللہ الجلیل و دعاء بعدہ الذلیل و استحقاقا لالتاریخ نظمے فرمودند و سرفراز بہا افز و دند“

مولانا وصی احمد پھلواروی کا انتقال ۱۲۹۳ھ میں ہوا اور مقبرہ مجیبیہ میں اپنے جد گرامی مخدوم شاہ عبداللہ قادری کے داہنے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

اگر نظمے بنام ساز کردند ❁ غلام خویش را ممتاز کردند  
 بلب راندند چون نام وصی را ❁ بخوشامے سرا انباز کردند  
 وصی نور دو چشمم کہ خدا شد ❁ بحمد اللہ تعالیٰ و تبارک

بتاریخش بر آمد از دل شاد \* بشادی خانہ آبادی مبارک

۱۲۵۲

۱

۱۲۵۳ = ۱۲۵۲ + ۱

## مادہ تاریخ رحلت

صاحب حالات و مقامات اہل مکاشفات و تصرفات مولوی معنوی مولانا شاہ محمد امام قدس سرہ  
آپ حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے تیسرے فرزند ہیں، ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے، درسیات کی  
تکمیل حضرت مولانا شاہ احمدی قدس سرہ سے کی، بست و یکم رمضان المبارک ۱۲۱۶ھ میں اپنے والد ماجد کے دست اقدس پر  
طریقہ قادریہ وارثیہ میں مرید ہوئے، عبادات و مجاہدات اور چلکشی و ریاضت کے بعد جمیع سلاسل کی اجازت حاصل فرمائی، تمام عمر  
درس و تدریس اور ریاضات و مجاہدات میں بسر فرمائی، آپ نہایت مرتاض و فیاض اور صاحب کشف بزرگ تھے، بے کموں اور  
ضرورت مندوں کی حاجت برآری کیا کرتے تھے، حضرت فردالاولیاء کے دست و بازو تھے، ۸ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء روز  
یکشنبہ بعد اشراق رحلت فرمائی اور مقبرہ مجیدیہ میں تدفین ہوئی۔

چو عین الحق عزیز جملہ اخوان \* ازین دنیای دون سوی جنان رفت

کمال ظاہر و باطن ہمہ داشت \* چہا زین غم بہر سپید و جوان رفت

چگویم از وصال آن برادر \* مرا یحسان نمودہ چون ز جان رفت

خرد گفت از سر افسوس اے و اے \* امام عصر گویا از بہان رفت

۱۲۲۶

۲۸

۱

۱۲۵۵ = ۱۲۲۶ + ۲۸ + ۱

ایضاً

چون زیر زمین شد آن مہ من \* شد تیرہ پچشم فرد عالم

در سال غمش بر آمدہ و اے \* یکشنبہ و ثامن محرم

۱۲۷۲

۱۷

۱۲۵۵ = ۱۲۷۲ + ۱۷

ایضاً

ز خوان ز سال نقل محمد امام من \* گفت از سر ادب کہ امام بہشت ہست

۱۲۵۳

۱

۱۲۵۵ = ۱۲۵۳ + ۱

## مادہ تاریخ ارتحال

معدن خیر و برکات رفیع الحالات شاہ ابوالبرکات ابوالعلانی عظیم آبادی روح اللہ تعالیٰ روحہ

حضرت خواجہ محمد شجاعؒ ابن حضرت خواجہ محمد حسنؒ کے فرزند ہیں، الہ آباد میں آپ ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے، حضرت عشق قدس سرہ کے ممتاز خلیفہ ہیں، الہ آباد میں وفات پائی، اور تدفین حضرت عشق کے پائین میں ہوئی، سن وفات ۱۲۵۶ھ ہے۔

### قطعہ

ذات و صفت عین برکات بود \* شدہ نام او وصف و ہم عین نام  
شب ہشتمی ماندہ پاسے ز شب \* شب چار شنب ز ماہ صیام  
بسال وفاتش بگفتم ز مدح \* بزرگے خدائین و عالی مقام  
۱۲۰۴ ۵۲  
۱۲۵۶ = ۱۲۰۴ + ۵۲

## مادہ تاریخ رحلت

سالک طریقت جوان صالح شیخ غلام نجف متوطن چھپرہ

حضرت شیخ العالمین محبوب اللہ مخدوم شاہ نعمت اللہ قادری پھلواری قدس سرہ کے مرید تھے، ہمیشہ جوش عشق اور شوق الہی میں رہتے تھے، ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی۔

### قطعہ

آن غلام نجف جوان در عمر \* بسلوک طریقت گوے ربود  
آنکہ تقویٰ بجاک رہگذرش \* سراخلاص روز و شب می بود  
دائم النسبہ و رفیع الحال \* چون براہ وصال تن فرمود  
بشب چار شنبہ بست و دوم \* ماہ عربی ربیع الاول بود  
سال نقلش بفر د ہاتف گفت \* بسنگی کار حق دادا فرمود  
۱۲۵۸ھ

## مادہ تاریخ فوت

### مطرب دلنواز قوال دمساز جناب غوثن قوال پھلواروی مرحوم

جناب غوثن قوال مرحوم خانقاہ کے محبوب و مقبول ترین قوال تھے، جو اپنے نغمہ و سرود سے دلوں کو گرمانے والے، بزم صوفیہ میں رنگ نشاط بھرنے والے، قلوب عارفان کو سرمایہ انبساط دلانے والے، ارباب فضل و کمال کے وقت پونجی، صاحبان کیفیت و حال کی مستی کو بڑھانے والے، حضرت شیخ العالمین کی دعائی تاثیر اور حضرت فردالاولیاء کے خاص قوال تھے۔

غوثن قوال مرحوم مرض وفات میں مبتلا تھے، مجلس میں گانا تو بجا؟ حاضری سے بھی معذور تھے، مگر عرس بست و یکم رمضان میں انہیں شدید خواہش ہوئی کہ حضرت مولائے کائنات کی مجلس میں حاضری ہو، چنانچہ انہوں نے گھر کے لوگوں کو بہ اصرار راضی کیا، انہوں نے ان کو مؤذن والی کوٹھری میں لا کر ڈال دیا، جب مجلس شروع ہوئی، قوالوں نے گانا شروع کیا، لیکن سماع کارنگ پھیکا پڑ رہا تھا، حاضرین بہت کم مخلوط ہو رہے تھے، اس حالت کو غوثن قوال نے محسوس کیا اور ساتھیوں سے کہا: مجھے مجلس میں لے چلو، لوگوں کے منع کرنے کے باوجود بہ ہزار مشکل ان کو مجلس میں لے جا کر حضرت فرد کے قدموں میں ڈال دیا، حضرت فرد کی قدم بوسی کے بعد ان کی طبیعت میں آفاقہ ہونے لگا، یہاں تک کہ وہ اپنے پیروں پر چل کر گانے کی جگہ بیٹھے اور دل جمعی کے ساتھ بہت دیر تک گاتے رہے، مجلس کیفیت و سرور سے بھر گئی، اختتام مجلس کے بعد غوثن قوال بغیر کسی سہارے کے پیدل چل کر گھر گئے اور اس کے دوسرے ہی دن مرض میں شدت پیدا ہوئی اور وہ اسی دن ۲۳ رمضان المبارک ۱۲۵۳ھ کو انتقال کر گئے۔

غوثن آن حبان جملہ قوالان ❁ زین جہان رخت سوی جنت راند

ہانفم گفت از سر زاری ❁ رفت جان از سرود و قالب ماند

۱۲۴۶

۷

۱۲۵۳ = ۱۲۴۶ + ۷

### مراجع و مصادر :

(۱) اعیان وطن: حضرت مولانا حکیم شعیب نیر رضوی پھلواروی

(۲) تاریخ خانوادہ کریمیہ: پروفیسر ظہیر حسین جعفری

(۳) دیوان حضرت فردالاولیاء جلد دوم

(۴) ماہنامہ معارف خانقاہ مجیدیہ (متمنت شمارے)

\*\*\*\*\*

گذشتہ سے پیوستہ

تسلسل کے لیے اپریل تا جون ۲۰۲۳ء کا شمارہ ملاحظہ کریں

# ایران کا ایک علمی سفر

(۲۶ جون تا ۲۳ جولائی ۲۰۲۲ء)

• ڈاکٹر عارف نوشاہی — ادارہ معارف نوشاہیہ، اسلام آباد، پاکستان

تبریز کا سفر :

مومنی نے (۲ جولائی) علی الصبح چھ بجے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھایا اور اصفہان کے ہوائی اڈے پر چھوڑ آئے۔ آٹھ بجے تبریز کے لیے پرواز تھی۔ ٹھیک دس بجے میں تبریز اتر گیا۔ تبریز یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر باقر صدیقی نیا اور پروفیسر ڈاکٹر اسد اللہ واحد مجھے لینے آئے ہوئے تھے۔ میں بہت سالوں بعد تبریز آیا ہوں۔ اس سے پہلے ایک دوسروں میں جو کچھ دیکھا تھا وہ سب بھول چکا ہوں۔ موجودہ سفر کا مقصد ان دو تبریزی دوستوں سے تجدید ملاقات اور تبریز کے بعض تاریخی مقامات دیکھنا تھا۔ میرے دونوں میزبانوں نے پہلے ہی سے میرا پروگرام مرثب کر دیا تھا۔ میں دانشگاه تبریز کا مہمان تھا۔ ہوائی اڈے سے سیدھے دانشگاه تبریز کے مہمان خانے میں آئے۔ میں کاٹان، یزد اور اصفہان کے تپتے شہروں سے ہو کر آ رہا تھا، دانشگاه تبریز اور مہمان خانے کے آس پاس کے ماحول نے مجھے خنکی اور راحت بخشی۔ مہمان خانے سے متصل اٹھارہ ہیکٹر پر پھیلا ہوا یونیورسٹی کا باغ تحقیقاتی گیما شاسی (بونیک گارڈن) ہے۔ مہمان خانے میں ابھی میرا کمر اتیار ہو رہا تھا، اس دوران میں ہم تینوں باغ میں چلے گئے اور جب تک کمر اتیار ہوتا باغ میں ٹہلتے رہے۔ اس سے خوشگوار احساس بڑھا۔ اب کمر اتیار تھا۔ دانشگاه تبریز کا یہ مہمان خانہ بہت شاندار تھا۔ کمرے میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ باہر کے خنک موسم کی وجہ سے اے سی چلانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ رات کو باہر کوٹ پہن کر نکلنا پڑتا۔ دانشگاه تبریز کے اعلیٰ انتظامات کا ایک اور مظاہرہ اس وقت دیکھنے میں آیا جب ہم دوپہر کے کھانے کے لیے باشگاہ استادان (پروفیسرز کلب) گئے۔ یہ جگہ کسی عالی شان رستوران سے کم نہ تھی اور وہاں کا کھانا اور کھانا پیش کرنے کا طور طریقہ بھی کسی پیشہ ورانہ رستوران سے کم تر نہ تھا۔ یہ ماحول دیکھ کر دل خوش ہوا۔ کھانا کھانے کے بعد گاڑی

میں بیٹھے بیٹھے ہی پوری یونیورسٹی کا چکر لگایا اور ایک ایک فیکلٹی اور شعبے کے سامنے سے گزرے۔ یونیورسٹی کا مرکزی کیمپس، بہت ہرا بھرا ہے، لیکن آس پاس یا مرکز شہر سے ذرا ہٹ کر بھی کچھ جدید عمارتیں اور شعبے ہیں۔ ہم دانشگاه تبریز کا کتاب خانہ مرکزی دیکھنے گئے تو وہ ایک ویرانے اور پہاڑیوں کے درمیان تھا جہاں ماحولیاتی کشش اور جاذبیت مفقود تھی۔ اور تو اور باہر عمارت پر کتب خانے کا نام تک نہ تھا۔ اندر جا کر کتب خانہ دیکھا تو بہت ہی روکھا پھیکا ماحول پایا۔ دانشگاه تبریز کے ایک اہم حصے نے قطعاً متاثر نہ کیا۔

معروف شاعر اور صوفی کمال خجندی کا علامتی مقبرہ خجندا جکتان میں دیکھا تھا لیکن ان کا اصل مقبرہ تبریز میں ہے، جو میں نے تاحال نہیں دیکھا تھا۔ اسے دیکھنے کے لیے ہم لوگ باغ کمال پینچے۔ وہاں دربان نے بتایا کہ باغ کا دروازہ ڈیڑھ بجے بند ہو جاتا ہے کل آئیے گا۔ چنانچہ اسے گل پر چھوڑ دیا گیا۔

### گاؤں حاج عبدال کی ایک یادگار شام :

صدری نیانے مجھے بتایا کہ ان کے دوستوں میں سے ایک ڈاکٹر رحمان مشتاق مہر ہیں جو تبریز کی دانشگاه شہید مدنی کے شعبہ فارسی کے استاد ہیں۔ وہ رہتے تو تبریز میں ہیں لیکن ان کا ایک گھر تبریز سے کوئی بیس پچیس کلومیٹر دور ایک گاؤں حاج عبدال میں بھی ہے جہاں ایک چھوٹا سا باغ ہے۔ وہ آج رات اس گاؤں میں ہیں، اگر میں پسند کروں تو ہم کچھ وقت گزارنے ان کے گاؤں اور باغ میں چلے جائیں؟ میں نے، جو خود ایک روتنائی ہوں اور شہروں سے دور دیہاتی ماحول میں رہنا پسند کرتا ہوں، فوراً ہاں بھر لی۔ صدری نیا، واحد اور میں ایک گاڑی میں گاؤں حاج عبدال پینچے۔ بعد میں تبریز سے کچھ اور دوست بھی آئے۔ ویسے تو یہ گاؤں ہی ہے لیکن رحمان کا گھر روتنائی نہ تھا۔ پیچھے تین پختہ مفروش کمرے، آگے ایک باغ، اوپر کی منزل پر بھی دو کمرے اور چھت بطور صحن۔ باغ میں زیر زمین ایک قدرتی سرد خانہ بھی تھا جہاں رحمان مجھے سیڑھیاں اترا کر نیچے لے گئے۔ وہاں آئندہ دنوں یا مہینوں میں استعمال ہونے والے پھل اور ہزریاں رکھے تھے۔ وہاں کا درجہ حرارت اتنا کم تھا کہ ریفریجریٹر کی ضرورت نہ تھی۔ ایک کمرے میں نمک اور سوکھی روٹیوں کا ڈھیر لگا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگے سردیوں میں جب برف باری ہوتی ہے تو نمک نالیوں کے آگے ڈال دیتے ہیں تاکہ برف پگھل جائے اور پانی بہتا رہے۔ اور یہ پاؤں؟ یہ بھی سردیوں اور برف کے دنوں میں کام آئیں گے اور ہم بھگو بھگو کر استعمال کریں گے۔ خدائی شان دیکھیے، کھاتے پیتے ایرانیوں کو بھی تازہ روٹی نصیب نہیں ہے۔ اس معاملے میں ہم غریب پاکستانی کس قدر خوش قسمت واقع ہوئے ہیں۔ ہمیں مفروش گھر تو میسر نہیں لیکن گرمی ہو یا سردی، بارش ہو یا دھوپ، تین وقت تازہ روٹی مل جاتی ہے۔

اس گھر میں رحمان اور ان کی اہلیہ ہماری میزبان تھیں۔ پہلے ہی سے باغ کے کنارے میز کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ ہم گل چھ مہمان تھے۔ خاتون خانہ کی ہمت کو داد دی کہ مہمانوں کی آمد پر مسلسل پھلوں، مٹھائی اور چائے سے پذیرائی کر رہی تھیں اور ساتھ

ساتھ اکیلے ہی رات کا کھانا بھی تیار کر رہی تھیں۔ ان کے ماتھے پر شکن تک نہ پڑی۔ جب رات کا کھانا میز پر چنچن دیا گیا تو معلوم ہوا خاتون خانہ نے کس قدر محنت اور محبت سے کھانا تیار کیا ہے۔ سالاد شوید، آتش اور زرشک پلاو۔ ہم مہمانوں میں ایک صاحب تھے جن کے ذمے سب کی تصویریں اتارنا تھا۔ وہ جب تصویر اتارتے تو موبائل میں پہلے خود دیکھتے، پھر ایک خاص لے میں اس کی خوبی کی تعریف یوں کرتے: ”بہ بہ بہ، بہ بہ، چہ عکسی“۔ سب نے ان کی چھسیڑ بنالی اور جب کسی چیز کی تعریف کرنا ہوتی تو اسی لے میں کہتے: ”بہ بہ بہ، بہ بہ، حتیٰ کہ کھانے کی تعریف بھی سب نے اسی انداز میں کی بہ بہ، بہ بہ چہ غذائی“۔ (ویسے بھی ایرانی تہذیب میں ہے کہ مہمانی میں میزبان خانم کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے کی تعریف کرنا ہوتی ہے۔) چوں کہ میزبان اور مہمان سب اہل علم و ادب تھے، سب کی باتوں میں بھی ادبی لطافت و ظرافت تھی۔ ہاں، ایک بات تھی یہ سب لوگ آپس میں آذری زبان بولتے تھے جو ترکی کے بہت نزدیک ہے۔ ان کی پوری بات تو پلے نہ پڑتی لیکن آدھے سے زیادہ الفاظ فارسی ہونے کی وجہ سے مطلب اخذ ہو جاتا۔

جوں جوں رات ہوتی جا رہی تھی، وہاں تنگی بڑھتی جا رہی تھی۔ ایران کے باقی گرم علاقوں سے یہاں موسم کا واضح فرق محسوس ہو رہا تھا۔ میراجی چاہتا تھا میں اسی گاؤں میں ایک رات گزاروں۔ میزبان نے بھی پیش کش کی کہ میں رُک جاؤں وہ مجھے کل تبریز چھوڑ آئیں گے۔ لیکن میں جن میزبانوں کے ساتھ آیا تھا انھیں کے ساتھ واپس تبریز آ گیا۔

## باغ کمال اور کمالین کا مقبرہ :

۳ جولائی کو صبح نو بجے صدری نیا اور واحد مہمان خانے آگئے اور مجھے گاڑی میں سوار کر کے کمال خجندی کا مقبرہ دکھانے باغ کمال میں لے گئے۔ کہتے ہیں کہ کمال نے یہ باغ خود ہی لگوایا تھا اور اسی کے احاطے میں دفن ہوئے۔ داغہ دروازے سے داخل ہوں تو سامنے سطح زمین پر سٹوپا نما ایک خشکی گنبد نظر آتا ہے۔ قبر زیر زمین ہے، جہاں سیڑھیوں سے اتر کر جانا پڑا۔ نیچے دو قبریں ہیں۔ مغربی قبر کمال الدین مسعود خجندی کی اور مشرقی قبر معروف مصوّر کمال الدین بہزاد ہراتی کی۔ مجھے یاد ہے ۲۰۱۰ء میں جب میں ہرات گیا تھا تو وہاں کے ایک قبرستان میں بھی بہزاد مصوّر کی قبر دیکھی تھی۔ بعض مشاہیر کی قبروں کا عجیب معاملہ ہے اور ایک سے زیادہ مقامات پر ان کا مدفن بتایا جاتا ہے۔

اہل تاجکستان بالخصوص اہل خجند کو کمال خجندی سے خاص عقیدت ہے۔ بتایا گیا کہ وہاں سے زیارت کے لیے لوگ یہاں آتے ہیں۔ چند سال پہلے حکومتی سطح پر خجند سے ایک وفد آیا اور اپنے ساتھ باغ کمال سے مٹی خجند لے گیا، جسے ایک بوتل میں اس علامتی مقبرے میں رکھا گیا جو خجند میں کمال سے منسوب ہے۔ یہاں تبریز میں کمال کے مقبرے پر اس کی ”غریب“ ردیف کی ایک ایسی غزل فارسی اور سیریلیک رسم الخط میں بورڈ پر لکھوائی گئی ہے جس میں شاعر نے اپنی غریب الوطنی کا اظہار کیا ہے:

در غزبی جان بہ سختی می دہد مسکین کمال  
واغزبی، واغزبی، واغزیب، واغزیب

## مقبرۃ الشعراے تبریز :

تبریز کا مسافر اگر فارسی کا طالب علم ہے تو اسے علم ہونا چاہیے کہ یہاں قدیم زمانے سے ایک مقبرۃ الشعرا ہے جہاں نامی گرامی شعرا دفن ہیں۔ مجھے مقبرۃ الشعرا دیکھنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ چنانچہ میرے میزبان صدری نیا اور واحد مجھے وہاں لے گئے۔ یہ جگہ اب سیرگاہ ہے اور ٹکٹ لے کر اندر جانا پڑتا ہے۔ میں اپنے تئیں یہ گمان کر رہا تھا کہ اندر ایک قبرستان ہوگا۔ قبروں کے نشانات ہوں گے اور ہر قبر پر کتبہ نصب ہوگا۔ لیکن اندر جا کر دیکھا کہ سوائے معاصر شاعر شہریار (سید محمد حسین بہجت تبریزی) کی جدید قبر کے کسی اور قبر کا نشان نہیں ہے۔ مختلف دیواروں پر شعرا کے سروں کے مجسمے نصب کر کے، ایک بورڈ پر فارسی اور انگریزی میں اس شاعر کے مختصر حالات لکھ دیئے گئے ہیں۔ بس یہی مقبرے ہیں! مجھے وہاں جن شعرا کے ناموں کے بورڈ نظر آئے وہ یہ ہیں: قطران تبریزی، ذوالفقار شروانی، شاپور نیشابوری، لسانی شیرازی، شکیبی تبریزی، مغربی تبریزی، شمس الدین سجاسی، مانی شیرازی، ظہیر الدین فاریابی، خواجہ ہمام تبریزی۔ لیکن یہاں اور بھی شعرا و فضلا دفن ہیں جن کی تفصیل کتابوں میں مل جاتی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ جس جگہ پر جس شاعر کا مجسمہ نصب ہے، عین اسی مقام کے نیچے اس کا مدفن ہے؟ یا مقابر کی موجودہ ترتیب سیاحتی نقطہ نظر سے بنا دی گئی ہے۔ بس یہ مسلم ہے کہ کئی شعرا زمین کے اسی قطعے میں دفن ہیں جہاں اب مقبرۃ الشعرا نام سے جدید سیاحتی عمارت بنا دی گئی ہے۔ عمارت سے باہر اطراف میں بھی زیر زمین کچھ اور قبریں ہیں۔ محمد عیسیٰ بن محمد حسن الحسینی الفرہانی اور ان کی اہلیہ کی قبریں ساتھ ساتھ ہیں۔ یہ دونوں ایران کے معروف انشانکار اور سیاست دان میرزا ابوالقاسم قائم مقام فرہانی کے والدین کی قبریں ہیں۔ ان پر خوب صورت نستعلیق میں کتبات محمد علی الحسینی القزوینی نامی خطاط اور سنگ ساز کے لکھے ہوئے ہیں۔ مقبرۃ الشعرا کے ایک طرف سید حمزہ بن موسیٰ بن جعفر کا مقبرہ اور مدرسہ ہے۔ ہم اس کے اندر بھی گئے۔

## موزہ قاجار :

تبریز کی بلدیہ نے مقبرۃ الشعرا کو موزہ قاجار سے ملانے کے لیے پیدل چلنے کی ایک راہداری بنا دی ہے۔ ہم پیدل چل کر اس عجائب گھر تک پہنچے۔ یہ دراصل ایران کے ایک وزیر با تدبیر، سفیر، ادیب، خطاط اور کتاب دوست شخص امیر نظام گروسی (وفات: ۵ رمضان ۱۳۱۷ھ) کا ذاتی مکان تھا جسے اب عجائب گھر بنا دیا گیا ہے۔ جدید ایران کی تعمیر میں اس شخص کا بہت ہاتھ ہے۔ یورپ سے وہ سگے ڈھالنے والی اور ڈاک ٹکٹ چھاپنے والی مشین لایا۔ ریلوے لائن بچھانے میں مدد کی، کتابیں چھپوائیں۔ اب اس ”خانہ امیر نظام“ یا عجائب گھر میں قاجاری دور کی اشیاء (سگے، کرنسی نوٹ، برتن، اسلحہ، کتب، فرامین، کتبات) رکھی ہیں۔ خود اس مکان کا فن تعمیر بھی شان دار ہے۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر رنگین شیشہ کاری نے اس کی خوب صورتی بڑھادی ہے۔



## دانشکدہ ادبیات کا جلسہ :

موزہ قاجار سے ہم واپس دانشکدہ تبریز آتے ہوئے ایک محلے ششگلان سے گزرے۔ واحد نے بتایا کہ ناصر خسرو کے سفر نامے میں اس محلے کا ذکر ہے۔ دانشکدہ تبریز کے دانشکدہ ادبیات فارسی و زبان ہائے خارجی میں ساڑھے گیارہ بجے ایک جلسہ ”آثار خطی تبریز بیان در پاکستان“ عنوان سے رکھا گیا تھا۔ جس میں میں نے پاکستان میں تبریزی مصنفین کی تصانیف کے قلمی نسخوں کے بارے میں سامعین کو بتایا۔ میں نے دانشکدہ کے کتب خانے کو مقالات عارف جلد سوم اور ہفت بند کے نسخے پیش کیے۔

## اہل گلی پارک :

دانشکدہ تہران میں طالب علمی کے دور میں ہم طالب علموں کو تبریز لایا گیا تھا اور تبریز کا اہل گلی پارک دکھایا گیا تھا۔ یہ کوئی تیس سال پہلے کی بات ہے۔ اس پارک کی خوب صورتی کا نقش اب تک ذہن پر قائم تھا۔ میں نے میزبانوں سے یہ پارک دوبارہ دیکھنے کی فرمائش کی۔ صدری نیا اور واحد مجھے غروب آفتاب کے وقت وہاں لے گئے جو پارک دیکھنے کا بہترین وقت ہے۔ اہل گلی ترکی آذری زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے عوامی جھیل۔ اس لیے کہ اس پارک کے وسط میں بہت بڑی جھیل ہے اور جھیل کے پتھوں بیچ آٹھ کونوں پر مشتمل ایک شاہی عمارت نے اسے مزید خوب صورت بنا دیا ہے جہاں اب کیفے اور رستوران کھل گیا ہے۔ یہ پارک قاجاری دور میں شہزادوں کی سیر گاہ تھا۔ پارک کا رقبہ بہت وسیع ہے اور اس میں طرح طرح کی تفریحات کا سامان ہے۔ زیادہ بجوم اسی جھیل کے کنارے پر تھا۔ پارک کے نیچے سڑک پر ہمیں ایک رستوران مل گیا جس کا ماحول ایسا تھا کہ گویا جنگل میں بنا ہوا ہے۔ درختوں کے درمیان ہی تختے لگائے گئے تھے، جہاں بیٹھ کر ہم نے رات کا کھانا کھایا۔ اس رستوران کی میرے لیے خاص بات یہ تھی کہ تنور سے گرما گرم روٹی اسی وقت پک کر سامنے آگئی۔ ہمارے ساتھ والے تختوں پر شادی کی تقریب ہو رہی تھی۔ دلہا دلہن بنے سنورے بیٹھے تھے اور دف بجانے والوں اور گانا گانے والوں کی ایک منڈلی اہل تقریب کا دل بھاری تھی۔

## کتاب خانہ مرکزی (ملی) تبریز :

۴ جولائی کو صدری نیا، واحد اور طاہری خسرو شاہی مجھے تبریز کے کتاب خانہ ملی لے گئے جو اب کتاب خانہ مرکزی کہلاتا ہے۔ مجھے اس کے شعبہ مخطوطات سے دل چسپی تھی۔ پہلے مخطوطات کی نمائش دیکھی جہاں قدیم اور مذہب و مطلق نسخے رکھے گئے ہیں۔ قانون ابن سینا کا ایک نسخہ مکتوبہ ۶۲۴ھ، معروف خطاط اظہر تبریزی کا نوشتہ ۸۳۶ھ دیوان مرثی میرزا بابا سنغر، نظام الملک طوسی کی سیر الملوک کا نسخہ مکتوبہ ۶۷۳ھ، رسائل نصیر الدین طوسی مکتوبہ ۶۷۰ھ اس نمائش کا حصہ تھے۔ پھر وہ کمر کھولا گیا جہاں مخطوطات بہت عمدہ طریقے سے رکھے گئے ہیں۔ الماریاں ایک خاص بیڈل گھمانے سے کھل جاتی اور سمٹ جاتی ہیں۔ الماریوں میں مخطوطے اتنے سلیقے اور صفائی سے رکھے گئے تھے کہ دیکھ کر رشک آتا کہ کاش ہمارے ہاں سرکاری ذخائر

مخطوطات کی حالت بھی یہی ہو۔ شعبہ مخطوطات دیکھنے کے بعد گول میز جلسہ ہوا جس میں شعبہ مخطوطات کے کارکنان، فہرست نویس کے علاوہ کتب خانے کے مدیر بھی شریک ہوئے۔ پہلے مجھے دستانے پہنائے گئے اور کتب خانے کے خاص خاص مخطوطات لا کر دکھائے گئے۔ ان میں تقریباً بارہ سو سال پرانا انجیل رسولوں کا نسخہ بربان سریانی تھا۔ ویٹی کن کے مذہبی نمائندے تبریز آ کر یہ نسخہ دیکھ چکے ہیں اور اس کی صحت اور قدامت پر صاف کر چکے ہیں۔ رشید الدین فضل اللہ نے جو راج قائم کی تھی اس کا قدیم وقت نامہ بھی مخطوٹ منصف دیکھا جو اب کتابی صورت میں ہے۔ صائب کا ایک دیوان یہ کہہ کر دکھایا گیا کہ مخطوٹ صائب ہے۔ مخطوٹ صائب اب اتنے دیوان صائب منظر عام پر آچکے ہیں کہ معاملہ مشکوک ہو چلا ہے۔ امیر علی شیر نوائی کے کلیات نظم و نثر کا ایک اعلیٰ نسخہ بھی یہاں دیکھا جس کے ابتدائی اوراق پر نیلی اور طلائی تزیینات تھیں۔

میں نے کتب خانے کے مخطوطات کی فہرست طلب کی جو دو جلدوں میں ہے۔ اس میں رشحات عین الحیات کے دو نسخے نظر آئے۔ میں نے منگوا کر دیکھے۔ یہ اگرچہ متاخر تھے لیکن ایک نسخے کی اہمیت یہ تھی کہ اس کے آخر میں مولانا خالد نقشبندی گوردی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر ہے اور دوسرے نسخے کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ ہندوستان سے تبریز منتقل ہوا ہے۔ اس کے ظہر پر یہ اردو شعر سرخ روشانی سے لکھا ہے:

حجرہ میں مجرا کریں اور چت میں چوٹی دیں  
نوکر خواجہ معین الدین کے گھر بیٹھیں حق لیں

میری درخواست پر ان دونوں نسخوں کی عکسی نقل ایک سی ڈی پر ڈال کر مجھے دے دی گئی۔ میں ارباب کتب خانہ کی اس فراخ دلی پر بہت ممنون ہوا۔ اس کتب خانے کے بیشتر مخطوطات تبریز کے دو نوجوانی بھائیوں (حاج محمد، حاج حمین آقا) کے فراہم کردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو آسودہ رکھے جنھوں نے یہ گرانمایہ سرمایہ قوم کے لیے وقف کر دیا۔

شمس کے شہر خوی کا سفر:

اس روز ہماری اصل منزل خوی تھی جہاں مجھے شمس تبریزی کی قبر دیکھنا تھی۔ تبریز ایران کے صوبے آذربائیجان شرقی میں واقع ہے جب کہ خوی آذربائیجان غربی میں۔ درمیانی فاصلہ کوئی ۱۶۰ کلومیٹر ہے۔ خوی اس شاہراہ پر واقع ہے جو آگے ایران ترکی سرحد کو چلی جاتی ہے۔ ایک معاصر ایرانی محقق اور مورخ مرحوم زریاب خونی کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا جن کے ساتھ مجھے بنیاد دائرۃ المعارف اسلامی تہران میں کچھ عرصہ کام کرنے کا موقع ملا تھا۔ ایران کے باقی بیابانی اور خشک راستوں کی نسبت، تبریز سے خوی کا راستہ ہر ابھرا تھا۔ خوی شہر میں داخل ہونے سے پہلے سڑک کے دونوں اطراف سورج مکھی کے کھیتوں کا ایک طویل سلسلہ دیکھا۔

خوی کی بلدیہ ہماری میزبان تھی۔ ہم اسی کے دفتر میں پہنچے جو ۱۳۱۲ شمسی (۱۹۳۳ء) کی ایک قدیم تاریخی عمارت میں واقع ہے۔ ہمارے میزبان ہمیں کسی رستوران میں لے جا کر کھانا کھلانے کی فکر میں تھے کہ اچانک شوراے اسلامی شہر خوی

کے ایک رکن، جو ”حجت الاسلامی“ لباس میں ملبوس تھے، آدھمکے اور فرمایا: نماز اول وقت میں پڑھ لینی چاہیے اس کا ثواب زیادہ ہے۔ ہم میں سے کوئی ایک بھی اس وقت نماز کی فکر میں نہ تھا، قہر اسی عمارت کے نماز خانے کو چل پڑے اور سب نے ان حجت الاسلام کی امامت میں نماز ظہرین پڑھی۔ اس کے بعد وہ مولوی صاحب ’صوفی زستوران تک ہمارے ساتھ آئے، کھانا کھایا اور کھانا کھا کر کہنے لگے مجھے کسی میزت کا ختم بھی پڑھنا ہے والسلام۔ یہ جا، وہ جا۔

میں تو شمس کا مزار دیکھنے خوی آیا تھا لیکن مجھے بتایا گیا کہ پہلوان پوریاولی کا مقبرہ بھی اسی شہر میں ہے۔ مجھے یسین کر کچھ اچنبھا ہوا۔ کیوں کہ میں ۲۰۱۹ میں ازبکستان کے شہر خیوہ میں بھی پوریاولی کا مقبرہ دیکھ چکا ہوں اور اس کے بارے میں ازبکستان کے سفر نامے میں لکھ چکا ہوں۔ خیوہ کے مقابلے میں خوی میں پوریاولی کا مقبرہ بالکل سادہ ہے۔ کتبے پر ”آرامگاہ پہلوان پوریاولی، فوت ۷۲۲ء“ کندہ ہے۔ مقبرے کے داخلی دروازے پر بھی مہر نما پتھر پر جلی نستعلیق میں ”پوریاولی“ لکھا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تاریخ کی کتابوں میں خیوہ اور خوی لکھنے میں گڑبڑ ہوگئی ہے!

اب ہم شمس تبریزی کے مزار پر پہنچے جو قدیم محلے میں ہے۔ شمس کا مزار بھی دو جگہ پر ہے۔ ایک قونیہ میں اور دوسرا یہاں۔ مقابر کی دو گانگی میں گویا خوی شہر کو امتیاز حاصل ہے۔ شمس کے مزار کے احاطے میں ایک قدیم منار کھڑا ہے۔ اس منار کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی بیرونی دیوار پر اوپر سے نیچے تک جا بجا جنگلی بکروں کے سینگ نصب ہیں۔ کہا جاتا ہے یہ وہ بکرے ہیں جو شاہ اسماعیل صفوی نے شکار کیے تھے اور اپنی مردانگی اور بہادری کی نمائش کے لیے ان کے سر یہاں ٹانک دیئے۔ صحن میں ایک ہی قبر ہے جس پر نیلے پتھر پر جلی نستعلیق میں سفید تحریر ہے:

شمس الدین محمد بن علی بن

ملک داد تبریزی

شمس تبریزی

شمس تبریزی کو نور مطلق است

آفتاب است و زانوار حق است

یہاں بھی ویسے ہی مہر نما پتھر پر ”شمس تبریزی“ کندہ ہے جیسا پوریاولی کے مقبرے پر ہے۔ چونکہ ظہر کا وقت اور دھوپ تھی، مزار پر ہمارے علاوہ کوئی اور زائر نہ دیکھا۔ جب ہم وہاں سے باہر نکلے تو تین زائر داخل ہوئے۔ خوی اور قونیہ میں شمس کے مزارات کا بنیادی فرق یہی ہے کہ قونیہ والوں نے شمس کی قبر کو ایک ولی اللہ کی زیارت گاہ کا درجہ دے رکھا ہے اور لوگ اسی نقطہ نظر سے وہاں آتے ہیں۔ خوی میں وہ محض ”آرامگاہ“ ہے۔ ویسے بھی ایرانیوں کا ایسی تاریخی، ادبی اور عرفانی شخصیات کی قبروں پر جانے اور دیکھنے کا اپنا طریقہ ہے۔ یہ لوگ فاتحہ خوانی نہیں کرتے۔ بس قبر دیکھ لی یا زیادہ سے زیادہ قبر کے ایک

کونے پر ہاتھ لگا کر کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ صرف امام اور امام زادوں کی قبروں پر دعائے زیارت پڑھی جاتی ہے۔  
بلدیہ خوی کا جلسہ :

خوی کی بلدیہ نے نیا کانفرنس ہال تعمیر کروایا ہے۔ اس کا افتتاح مثنوی خوانی کے خاص جلسے سے ہوا جس میں میں نے بطور مہمان ”مثنوی مولوی در شبہ قارہ“ موضوع پر تقریر کی۔ ڈاکٹر محمد باقر محسنی نے مثنوی کے اشعار پڑھے اور شرح کی۔ لوگ اس جلسے میں کافی ذوق و شوق سے آئے تھے۔ جلسہ ابھی جاری تھا کہ ہم نے اجازت لی اور تبریز واپسی کا راستہ اختیار کیا۔ تبریز سے خوی جاتے ہوئے سڑک پر شہسز کا بورڈ نظر آیا تھا جو ہمارے راستے سے ذرا ہٹ کر تھا۔ اگرچہ پہلے ایک دفعہ شہسز جا چکا ہوں اور شیخ محمود شہسز کا مزار دیکھ چکا ہوں لیکن اب جب یہاں تک آچکے تھے تو دوبارہ جانے کی خواہش ہوئی۔ طاہری گاڑی چلا رہے تھے۔ کہنے لگے خوی سے واپسی پر جائیں گے۔ اب جب واپسی پر اس مقام سے گزرے تو غروب آفتاب کا وقت تھا۔ فون کر کے معلوم ہوا کہ شیخ کے مزار کا دروازہ اب بند ہو چکا ہے۔ رات گیارہ بجے میں واپس تبریز پہنچ گیا۔  
تہران واپسی :

۵ جولائی کو بذریعہ ہوائی جہاز تبریز سے تہران جانا تھا۔ ہوا بیہائی آتا (ATA Airline) کی پرواز کا وقت صبح آٹھ بجے تھا لیکن کپنی نے کل ہی اطلاع دی تھی کہ اب یہ پرواز قبل از وقت صبح ساڑھے پانچ بجے جائے گی۔ پروازوں میں تاخیر تو دیکھی ہے لیکن وقت مقررہ سے اڑھائی گھنٹے قبل پرواز اڑ لینا پہلی دفعہ دیکھا۔ ہوائی اڈے پر چھوڑنے کے لیے بے چارے واحد کو صبح چار بجے مجھے لینا پڑا۔ میں سات بجے تہران کے مہر آباد ہوائی اڈے پر اتر گیا اور دلچک پہنچ گیا۔  
ہندوستانی اساتذہ کی جماعت :

جب میں گذشتہ ہفتے دلچک کے مہمان خانے سے کاشان کو روانہ ہوا تھا تو یہاں اور کوئی نہیں تھا اور میں اپنے اپارٹمنٹ میں تنہا تھا۔ آج جب اپنے اپارٹمنٹ میں قدم رکھا تو شور و غل اور جہل پہل تھی۔ ایک صاحب نے لپک کر میرے ساتھ معافہ کیا، دوسرے صاحب نے بھی گرجوشی سے ہاتھ پکڑا۔ ہر چند شکلیں اور لہجہ ہندوستانی تھا لیکن میں ان میں سے کسی کو نہیں پہچانتا تھا۔ معافہ کرنے والے صاحب نے اپنا تعارف ذوالنورین حیدر علوی کہہ کر روایا تو مجھے یاد آیا یہ نوجوان کا کوری شریف سے نکلنے والے رسالے ”تصفیہ“ کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ یہ رسالہ میرے پاس آتا ہے اور ہم فائنانس ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ یہ کل آٹھ اساتذہ کی جماعت تھی جو ایران فارسی کی بازآموزی کے لیے آئے ہوئے تھے۔ باقی لوگوں کے نام یہ ہیں:

ڈاکٹر معصوم رضا، شعبہ فارسی خواجہ معین الدین چشتی یونیورسٹی، لکھنؤ

ڈاکٹر ملک سلیم جاوید، شعبہ فارسی ذاکر حسین کالج، دہلی

ڈاکٹر محمد تقی علی عابدی، شعبہ علوم مشرقیہ، لکھنؤ یونیورسٹی

ڈاکٹر فوزیہ وحید، علی گڑھ

ڈاکٹر ابو محمد حلیم اختر، شعبہ فارسی، تلکامانجھی بھاگل پور، بہار یونیورسٹی

محمد قیصر، شعبہ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

خانم تسنیم کوثر، لکھنؤ یونیورسٹی

تقی علی عابدی اتنے بزرگ ہو چکے ہیں کہ بچپانے نہ گئے حالانکہ ان سے کئی سال پہلے تہران ہی میں ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے مجھے فنِ زراعت پر تدوین کردہ رسالہ مخلصدہ کی بھی دیا تھا۔ اس بار انہوں نے پھر اپنی دو تین کتابیں دیں جو علم الاعداد پر تھیں۔ فوزیہ وحید کو میں غالباً بطور پرجانتا تھا۔ انہوں نے مجموعہ لطائف و سفینہ نظریات پر کام کر کے چھاپا ہے۔

ڈاکٹر زہیر طیب سے ملاقات :

میں کچھ سالوں سے سماجی رابطوں کے ذریعے سے ایک صاحب زہیر طیب سے آشنا ہوا۔ پہلے تو سمجھا یہ ترک ہیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ایرانی ہیں لیکن ترکی زیادہ آنا جانا رہتا ہے۔ انھی سماجی ذرائع سے معلوم ہوا کہ زہیر صاحب کو مخطوطات سے خاص شغف ہے۔ انہوں نے ایک ادارہ ”تراث اسلامی“ اور ایک ”انجمن علمی تحقیق و تصحیح نسخہ ہای خطی ایران“ قائم کیا ہے جو مخطوطات سے متعلق ایک رسالہ ”نسخہ شناسی و تصحیح متون“ بھی شائع کرتا ہے۔ نیز انہوں نے ایک مجازی صندوق بنا رکھا ہے جس میں اب تک سات ملین (ستر لاکھ) مخطوطات کے عکس جمع ہو چکے ہیں۔ ان کا ارادہ اسے ایک کروڑ تک پہنچانے کا ہے۔ وہ خود بھی مخطوطات تدوین کرتے ہیں اور دوسروں سے کرواتے ہیں اور اپنے ادارے تراث اسلامی / دار التراث کی طرف سے شائع کرتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جس کا محور مخطوطات ہو، مجھے طبعی طور پر اس سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ میں نے سفر ایران کے دوران ان کو ملاقات کے لیے پیغام بھجوایا تھا، چنانچہ ملے ہوا کہ جونہی میں تبریز سے تہران پہنچوں گا ان سے ملاقات کروں گا۔ انہوں نے گاڑی کا بندوبست کر دیا۔ خیابان میر عماد پر ان کا دفتر ہے۔ میں وہاں پہنچا۔ میں ان کی علمی سرگرمیوں سے تو کم و بیش آگاہ تھا، انہوں نے مزید بتایا کہ وہ لوگوں کو قرض الحسنہ بھی دیتے ہیں اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ لوگوں نے قرض نہ لوٹایا ہو۔ زہیر صاحب نے اپنے ادارے کی مطبوعات دکھائیں۔ ان میں برصغیر کے مصنفین کی کتب بھی تھیں جیسے عبد اللطیف عباسی گجراتی کی نسخہ نامتھ منٹوی، اسے زہیر صاحب نے خود تدوین کیا ہے، ضیاء الدین نخشی کا دیوان جوارح (چہل ناموس)، نوازش علی خان لاہوری کی جامع الفوائد۔ جو کتابیں میری دل چسپی کی تھیں وہ زہیر صاحب نے مجھے تحفہ دے دیں۔ اسی دوران انہوں نے اپنے ادارے کے ایک اور رکن ڈاکٹر علی محمد موذنی کو بھی بلا لیا جنہوں نے نخشی کی چہل ناموس مرتب کی ہے۔ یہ صاحب کئی سال پہلے کراچی یونیورسٹی کے شعبہ فارسی میں مدعو پروفیسر کے طور پر کام کر چکے ہیں۔ اب تک ٹوٹی پھوٹی اردو کے جملے یاد رکھے ہیں۔

ہم نے دوپہر کا کھانا ایک ساتھ کھایا اور تراث اسلامی کے دفتر میں مفید وقت گزار کر اپنے ٹھکانے ولجک پہنچ گیا۔  
سید حسن عباس سے ستائیس سال بعد ملاقات :

مجھے آج ۶ جولائی ۲۰۲۲ء کو آس گھڑی کا انتظار تھا جب اپریل ۱۹۹۵ء میں تہران میں پھڑے اپنے عزیز دوست ڈاکٹر سید حسن عباس سے اسی شہر میں دوبارہ ملاقات ہونے والی تھی۔ میں نے ان کے رہنے کا انتظام اپنے ساتھ ہی کیا تھا۔ صبح کے وقت جاگو میٹی میں تھا کہ باہر راہداری میں قدموں کی چاپ اور باتوں کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دی۔ میں حیرت سے تکیے لگا کہ سامنے حسن عباس اور ان کی بیگم صاحبہ کھڑی ہیں۔ حیرت اس لیے تھی کہ عمارت کے سب دروازے بند تھے، دربان سویا ہوا تھا، میں ساتویں منزل پر تھا، فون پر کوئی رابطہ بھی نہ تھا، یہ لوگ عین میرے کمرے کے دروازے تک کیسے پہنچ گئے؟ لیکن اب حیرت سے زیادہ مسرت کا مقام تھا کہ ۲ سال کے بعد اس جوڑے سے روبرو ملاقات ہوئی۔

دوبارہ موقوفات دکنر محمود افشار :

چند روز پہلے میں نے موقوفات افشار میں اپنے کام نمٹا لیے تھے اب حسن عباس کو ساتھ لے کر وہاں گیا۔ ان کی تین بہنیاں اس ادارے سے پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ احوال و آثار میر غلام علی آزاد بلگرامی اور قند پاری (ڈاکٹر نذیر احمد کے فارسی مقالات مرتبہ حسن عباس) کی دو جلدیں۔ اب حسن عباس قند پاری کی تیسری جلد چھپوانا چاہتے تھے۔ نیر برصغیر کے اہم فارسی محققین کے فارسی ادب سے متعلق اردو مقالات کا فارسی ترجمہ بھی کر رکھا ہے، اسے بھی چھپوانا چاہتے ہیں۔ افشین وفائی نے سب تجاویز سے اتفاق کیا۔

فرہنگستان زبان و ادب فارسی میں :

ڈاکٹر محمد رضا نصیری ولجک آئے اور مجھے اور حسن عباس کو اپنے ساتھ فرہنگستان لے گئے۔ وہاں پرانے دوستوں اور ہماروں سے ملاقات ہوئی۔ وہیں دوپہر کے کھانے پر توفیق سبحانی اور کریم نجفی برزگر سے ملاقات ہوئی۔

مناقب غوثیہ کی ایران میں تدوین :

حسن عباس فرہنگستان سے سیدھے شاہ عبدالعظیم کی زیارت کے لیے رے چلے گئے۔ میں ولجک آ گیا۔ وہاں میری ملاقات فرخندہ غفاری سے طے تھی، جنھوں نے صادق شہبانی گجراتی کی کتاب مناقب غوثیہ پر کام کیا ہے۔ ان سے غالباً نہ تعارف تھا اور کام کے دوران انھیں کچھ مواد فراہم کیا تھا۔ میں ان کے لیے پاکستان سے تحفہ القادریہ مرتبہ ڈاکٹر اختر جیمہ کی تازہ اشاعت کا ایک نسخہ لے گیا تھا۔ وہ انھیں دیا۔ انھیں مناقب غوثیہ شائع کرنے کا مشورہ دیا۔ کہنے لگیں کچھ کام باقی ہے، طبیعت بند رہتی ہے اور کام کی طرف رغبت نہیں ہوتی کوئی وظیفہ بتائیں! میں نے تحفہ القادریہ کے پہلے ورق پر انھیں یہ وظیفہ لکھ دیا: الہی خیر گردانی، بحق شاہ جیلانی۔ غفاری کے ساتھ ان کی دوست آمنہ بیدگلی تھیں، کہنے لگیں انھیں بھی وظیفہ چاہیے۔ میں نے کہا یہی آپ کے لیے بھی کفایت کرے گا۔

## قم کا سفر :

حسن عباس اور ان کی بیگم صاحبہ کا قصد قم جا کر حضرت معصومہ کے روضے کی زیارت کرنا تھا۔ میں خود بھی قم جانا چاہتا تھا کہ وہاں میرے کئی علمی احباب رہتے ہیں۔ میں نے پاکستان سے چلتے وقت قم میں سید محمد صادق اشکوری کو اپنی قم آنے کی خواہش بتادی تھی۔ انھوں نے سارے انتظامات کر دیئے۔ ۷ جولائی کو جن عباس، ان کی بیگم صاحبہ اور میں ایک کار کرائے پر لے کر قم پہنچے۔ اشکوری صاحب ہتل بین المللی قم میں ہمارے منتظر تھے جہاں ہمیں ٹھہرایا گیا۔ ہمارے ہوٹل کے متصل تاریخی مدرسہ فیضیہ ہے جہاں کچھ عرصہ امام خمینی بھی تدریس کرتے رہے۔ یہ مدرسہ اور ان کا حجرہ دیکھا۔ مدرسے سے متصل مسجد اعظم کا کتب خانہ ہے جس کا نام بدل کر اب کتابخانہ آیت اللہ بروجردی رکھ دیا گیا ہے۔ کتب خانے کے کتابدار حسن رجبیان نے استقبال کیا۔ یہ مدرسہ فیضیہ کے کتب خانے کے بھی کتابدار ہیں۔ بہت بھلے آدمی ہیں۔ ہوٹل میں ہمارے قیام کا بندوبست انہوں نے ہی کیا تھا اور اخراجات بھی خود ہی ادا کیے۔ کتب خانہ بروجردی میں حسن عباس اور میرے لیے ایک نشست کا اہتمام تھا۔ ہم دونوں نے اپنے اپنے ممالک میں مخطوطات کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ کتاب خانے کی طرف سے فہرست نویسوں کی یادداشتوں پر مبنی ریکارڈنگ کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ آج کی نشست میں مجھ سے سوال کر کے میری یادداشتیں ریکارڈ کی گئیں۔ مسجد اعظم کا کتب خانہ اپنے مخطوطات کے باعث معروف ہے۔ میں نے رشحات عین الحیات کے نسخوں کے بارے میں دریافت کیا تو ایک متاخر نسخہ وہاں موجود پایا۔ منتظمن نے میری درخواست پر فوراً اس کا عکس سی ڈی پر مہیا کر دیا۔ کتب خانے میں اُن لوگوں کی تصاویر ناموں کے ساتھ آویزاں تھیں جنھوں نے اس کتب خانے کو کتابیں عطیہ کی ہیں۔ یہ ایک طویل دیوار تھی۔ انھی میں میں نے پہلی بار خان بابا مشارکی کی تصویر دیکھی جو فرنگی لباس اور سر پر ہیٹ پہنے تھے۔ خان بابا مشارکہ ہیں جنھوں نے عربی فارسی مطبوعہ کتابوں اور مصنفین کی فہرست کئی جلدوں میں مرتب کی تھی اور میں نے انھی کے راستے پر چلتے ہوئے برصغیر میں مطبوعہ فارسی کتابوں کی فہرست تیار کی۔ کتب خانہ آیت اللہ بروجردی کا انتظام و انصرام، نفاذ و نفاست دیکھ کر رشک آتا تھا۔ یہاں قم میں ایسے کئی نئی کتب خانے ہیں۔

رات کو صادق اشکوری صاحب نے اپنے ادارے مجمع ذخائر اسلامی (قائم شدہ ۱۹۷۶ء) میں ہماری دعوت کی اور قم کے اہل علم کو بھی بلا لیا۔ صادق صاحب کے دوسرے بھائی جعفر اشکوری بھی موجود تھے۔ اگرچہ دونوں بھائیوں کا علمی ذوق ایک جیسا ہے لیکن لباس کے معاملے میں دونوں مختلف واقع ہوئے ہیں۔ صادق مکمل حجت الاسلامی لباس میں تھے اور جعفر ٹی شرٹ اور جین میں۔ دونوں کے والد سید احمد حسینی اشکوری تو مجسم حجت الاسلام ہیں۔ میں نے شرارتاً دونوں بھائیوں کو ایک ساتھ کھڑا کر کے تصویر بنالی تاکہ تہذیب اپنانے کا فرق نظر آئے۔ اُس رات دعوت میں ڈاکٹر رسول جعفریان، علی صدرائی خونی، محمد ماہیار اور چند افغان نوجوان بھی موجود تھے۔ نشست فرشی تھی اور کھانا بھی فرشی۔ دونوں بھائیوں نے بڑی تواضع سے خود اپنے ہاتھ سے سالن برتنوں میں ڈال کر مہمانوں میں تقسیم کیا۔ علما کی جماعت کے ساتھ، فرشی دسترخوان پر ایک سادہ سا کھانا کھانے کا جو لطف لیا وہ کسی اعلیٰ رستوران کے عمدہ فرنیچر پر بیٹھ کر محسوس نہ ہوا۔

علی صدرائی سے میں غایبانہ واقف تھا۔ انھوں نے کتب خانہ مرعشی میں موجود برصغیر کی مطبوعہ عربی فارسی کتابوں کی فہرست ۱۶ جلدوں میں تیار کی ہے۔ قم میں زیادہ تر حضرات ”حجۃ الاسلامی“ لباس میں نظر آتے ہیں۔ صدرائی بھی (میرے گمان کے برعکس) اسی لباس میں تھے، لیکن مولویانہ بیوست کی بجائے، بہت زندہ دل اور خوش گفتار آدمی نکلے۔ مجھ سے ”نوشاہی“ کی وجہ تسمیہ پوچھی۔ جعفر یان نے ٹوکا کیا اس کا وقت ضائع کرتے ہو کسی کتاب سے معلوم کر لینا۔ صدرائی نے برحسہ کہا جب خود نوشاہی موجود ہے تو کتاب سے کیوں معلوم کروں! انھوں نے اور بھی کئی سوال کیے اور میں نے جواب دیے۔ میں نے کہا اب سوال کرنے کی میری باری ہے۔ جعفر یان کہنے لگے متعہ کے بارے میں نہ پوچھنا باقی جو مرضی ہے پوچھو۔ میں نے کہا متعہ نہیں بلکہ فقہ جعفری میں نماز جمعہ کے وجوب کے بارے میں پوچھنا ہے۔ جعفر یان صاحب نے کئی شرائط بتائیں لیکن صدرائی صاحب نے سو باتوں کی ایک بات کی۔ کہنے لگے قرآن مجید میں ہے جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر (نماز) کی طرف دوڑو۔ لہذا اس میں شرائط کہاں ہیں؟ اس قسم کی باتوں کے بعد حافظ اور بیدل خوانی ہوئی اور ماحول دین سے ادب کی طرف منتقل ہو گیا۔

اشکوری صاحب کے ادارے نے برصغیر سے متعلق کئی کتب شائع کی ہیں۔ سب کا شمار یہاں مشکل ہے۔ ابھی تازہ ترین اشاعت عبدالمطیف عباسی کی نسخہ نسخہ مثنوی کی ہے۔ یہ آستان قدس رضوی مشہد کے نسخہ مکتوبہ ۱۰۵۳ھ کا ہو بہو عکس ہے۔ اشکوری صاحب نے مجھے اور حسن عباس صاحب کو اپنے ادارے سے شائع کردہ کئی کتابیں تحفے میں دیں۔ بلکہ بعض کو اس خیال سے چھوڑنا پڑا کہ اٹھا کر پاکستان کیسے لے جاؤں گا؟

## قم میں دوسرا دن :

۸ جولائی کی صبح رحیبان ہمارے ہوٹل آگئے اور مجھے اور حسن عباس کو ساتھ لے کر پہلے مزار شیخان پہنچے جہاں ائمہ کے اصحاب، محدثین، علما اور شہدائے قبریں ہیں، لیکن سب زمین کی ہم سطح اور ان پر کتبے لگے ہوئے ہیں۔ لوگ انھی کتبوں کے اوپر چلتے جا رہے تھے۔ ایک قبر پر ”زکریا بن ادريس الاشعري ابو حريز القمي از محدثان نامدار شیعہ در قرن دوم ہجرت از اصحاب امام جعفر صادق امام کاظم و امام رضا“ کا کتبہ تھا۔ دوسری قبر آدم بن اسحاق اشعری قمي استاد محدثان در عصر امام ہادی کی تھی۔ اس صحن میں نمایاں مقبرہ میرزا علی قاسمی کا ہے۔

اسی کے بالمقابل آستان قدس معصومہ عجائب گھر دیکھا۔ جس میں دیگر ایشیا کے علاوہ قرآن مجید کے قلمی نسخے بھی تھے۔ پھر ہم حضرت معصومہ کے روضے کی طرف گئے۔ روضے سے باہر جو صحن ہے اس میں معروف شاعرہ پروین اعتصامی اور ایران کے نامور مذہبی سیاسی رہنما شیخ فضل اللہ نوری کے الگ الگ مقبرے ہیں۔ شیخ نوری مشروطیت کے مخالف اور اسلامی قوانین کے حق میں تھے۔ انھیں ۱۳۳۷ھ کو حکومت وقت نے پھانسی دے دی تھی۔ یہ دونوں مقبرے اگرچہ بند پڑے تھے لیکن ان کی جالی سے جھانک کر قبریں دیکھ لیں۔ حضرت معصومہ کے روضے کے اطراف میں کئی شیعہ علماء مدفون ہیں۔ آیت اللہ مصباح یزدی، آیت اللہ مرعشی



مطہری، آیت اللہ منتظری، سید محمد حسین طباطبائی، آیت اللہ عبدالکریم موسوی اردبیلی اور آیت اللہ حسین طباطبائی بروجردی کی قبر میں دیکھیں۔  
 ربعبیان مدرسہ فیضیہ کے کتابدار بھی ہیں۔ آج جمعہ (۸ جولائی) ہونے کی وجہ سے مدرسہ اور کتب خانہ بند تھا، لیکن کتب خانے کی چابیاں انھی کے پاس تھیں۔ ہمیں کتب خانہ دکھانے کے لیے تیسری منزل پر لے گئے۔ کتب خانہ کھولا۔ کچھ مخطوطے نمائش میں رکھے تھے جیسے روض الجنان و روح الجنان ابو الفتوح رازی، دیوان عطار کتبات قرن ہفتم، کتاب الاحکام فی مسائل الاحلال و الحرام حسن بن یوسف علی بن مطہر علی کے عین حیات کا نسخہ۔ ربعبیان نے اپنے کچھ ذاتی مخطوطات بھی دکھائے۔ ایک مخطوطے کے سرورق پر لکھا تھا: ”منتخب دیوان سلیم ہندی“ دراصل اس سے مراد سلیم تہرانی ہے۔ امیر نظام گروسی کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے کچھ خطوط بھی دیکھے جن کا گھرا بھی ابھی تبریز میں دیکھ کر آیا ہوں۔ ربعبیان نے بتایا کہ انھیں مادہ تاریخ گوئی سے بھی دل چسپی ہے۔ میں نے اسی موضوع پر اپنی مرتبہ کتاب اعجاز التواریخ کا ذکر کیا تو اسے حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ پاکستان پہنچ کر اس کی پی ڈی ایف فائل انھیں بھیج دی۔

حسن عباس تو واپس ہوئے لیکن میں ربعبیان کے ساتھ رسول جعفریان کا کتابخانہ تخصصی تاریخ اسلام و ایران دیکھنے چلا گیا۔ یہاں کوئی ڈیڑھ لاکھ کتابیں ہیں۔ انہوں نے مجھے میر جلال محدث ارموی کا ذاتی ذخیرہ کتب بھی دکھایا جو اب کتابخانہ تخصصی نے حاصل کر لیا ہے۔ جعفریان کے دفتر میں محمد علی مہدوی راد بھی ملے جو قم سے شائع ہونے والے نقد کتاب پر معروف رسالے آئینہ پڑوش کے ایڈیٹر ہیں۔ یہ رسالہ ۱۹۹۰ء سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے اور اب تک اس کے ۱۹۲ شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ دینی اور ادبی موضوعات پر بہت جاندار تبصرے شائع کرتا ہے اور ایران میں اسے اعتبار حاصل ہے۔ راقم اسطور کے لکھے ہوئے کچھ تبصرے بھی اس میں شائع ہو چکے ہیں۔ کل رات جعفریان سے مذہب جعفری میں نماز جمعہ کے وجوب پر بات ہو رہی تھی آج انہوں نے صفوی دور میں نماز جمعہ پر لکھے جانے والے شیعہ علما کے رسائل کا ایک مجموعہ مجھے دیا جو خود انہوں نے ہی مرتب کیا ہے۔ ہم نے ایک کار کرائے پر لی اور عصر تک قم سے واپس تہران پہنچ گئے۔

## کتاب خانہ ملی ایران میں داخلہ ممنوع :

میں پاکستان سے اپنی تازہ مطبوعات ساتھ لایا تھا کہ ایران کے کتابخانہ ملی میں جمع کرادوں گا۔ ۹ جولائی کو حسن عباس صاحب کو ساتھ لیا کہ یہ نیک کام مل کر انجام دیں اور انہیں ایران کا شاندار کتاب خانہ ملی بھی دکھا دوں۔ ایک روز قبل وہاں اپنے دوست علی اوجبی کو بتایا تھا کہ ہم لوگ کل کتب خانہ آئیں گے۔ ہم ٹیکسی لے کر کتابخانہ ملی پہنچے تو دروازے پر مامور پاسبان نے روک کر پوچھا کس سے ملنا ہے؟ اوجبی کا نام لیا۔ اس نے انٹر کام پر اوجبی سے رابطہ کیا لیکن ادھر سے کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے کتب خانے کے ایک اور کارکن اور اپنے دوست محمد حسین حکیم کا نام لیا۔ پاسبان نے اسے فون کیا اور ہدایت کی کہ کتب خانے کے مرکزی دفتر حراست (سیکورٹی دفتر) سے پہلے اجازت لی جائے۔ حکیم نے کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ چنانچہ وہ خود اندر سے باہر ہمارے

پاس دروازے تک آگئے اور معذرت کی کہ حراست والے کہتے ہیں ایک روز قبل مہمانوں کے کوائف دفتر میں لکھوائے جانے چاہیے تھے، چونکہ ایسا نہیں ہوا وہ اندر جانے کی اجازت نہیں دے رہے۔ کتب خانے کے بالکل سامنے ہی باغ کتاب ہے۔ حکیم کہنے لگے ہم وہاں جا کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ ہم تینوں کتابوں سمیت وہاں آگئے۔ باغ کتاب ایک بہت بڑا ہال ہے جس میں کتابوں کی دکانیں، کیفے، بچوں کی دل چسپی کے سامان وغیرہ مہیا ہیں۔ لوگ وہاں آکر بیٹھتے ہیں، کتابیں پڑھتے ہیں، کتابیں خریدتے ہیں۔ ایک بہت اچھا ماحول شہریوں کو فراہم کیا گیا ہے۔ ہم بھی وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے حکیم برابر فون پر کتابخانہ ملی میں کسی سے رابطے میں تھے کہ کسی طرح اندر جانے کی اجازت مل جائے۔ پندرہ بیس منٹ بعد انھیں فون آیا کہ ہم لوگ کتب خانے میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ہم باغ کتاب سے اٹھ کر کتب خانے کی طرف چلے گئے۔ ایک بار پھر دروازے پر مامور اسی پاسان کے دفتر تک پہنچے۔ وہاں عمائدی صاحب نے ہمیں خوش آمدید کہا اور اپنا تعارف کتب خانے کے ڈائریکٹر کے میسر کے طور پر کروایا اور ہمیں ساتھ لے کر کتب خانے میں داخل ہو گئے۔ لفٹ سے اوپر ایک منزل پر پہنچے۔ ابھی ہم راہداری ہی میں تھے کہ پیچھے سے وہی پاسان دوڑا دوڑا آیا اور میسر سے کہا کہ دفتر حراست والے کہتے ہیں ان سے اجازت نہیں لی گئی لہذا آپ مہمانوں کو اندر نہیں لے جاسکتے، واپس آجائیں۔ یہ بڑی عجیب صورت حال بن گئی تھی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے ہم واپس چلے جاتے ہیں، لیکن جب یہاں تک آگئے ہیں تو مجھے اکبر ثبوت صاحب سے ملوادیتیجئے۔ پاسان نے کہا آپ انھیں راہداری میں مل سکتے ہیں ان کے کمرے تک نہیں جاسکتے۔ ثبوت صاحب کو، جو اس پوری صورت حال سے ناواقف تھے، چپل پہنے اسی حالت میں کمرے سے اٹھ کر راہداری میں آگئے۔ وہ مجھے وہاں دیکھ کر حیران ہوئے۔ حکیم نے انھیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ چونکہ اب وہاں کھڑے رہنا بھی کتب خانے کی سیکورٹی کے قوانین کے خلاف تھا، اس لیے ہم ایک بار پھر باغ کتاب چلے آئے۔ اب ہمارے ساتھ ثبوت صاحب اور وہ میسر بھی تھے۔ ہم سے زیادہ، ہمارے میزبان اس صورت حال سے سخت شرمندہ تھے اور بار بار معذرت کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے جب سے نئے ڈائریکٹر آئے ہیں اس طرح کے نئے نئے مشکل ساز انتظامات ہو رہے ہیں۔ خیر، ہم کچھ دیر باغ کتاب میں بیٹھے، آس کر یہ کھائی، ثبوت صاحب بہت انہماک سے وہ کتابیں دیکھتے رہے جو میں کتب خانے کے لیے لایا تھا، اتنی دیر میں علی اوجہی بھی آگئے اور معذرت کی کہ یہ ان کی غلطی تھی کہ کل جب میں نے بتادیا تھا کہ ہم لوگ کتب خانے آئیں گے تو وہ دفتر حراست سے اجازت لے لیتے۔ میں نے کتابیں حکیم کے حوالے کیں اور وہاں سے رخصت ہو کر فرہنگستان زبان و ادب فارسی آگئے۔ حکیم ہماری دل جوئی کے لیے پیدل چل کر فرہنگستان تک ہمارے ساتھ آئے جو قریب ہی واقع ہے۔ کچھ روز بعد حکیم نے مجھے پیغام بھیجا کہ اس واقعہ کی اطلاع کتاب خانہ ملی کے ڈائریکٹر علی رضا مختار پور کو ہو چکی ہے۔ یہ سب جان کر انھیں بہت افسوس ہوا ہے۔ وہ اس کی تلافی کرنا چاہتے ہیں اور اب ہمیں رسمی طور پر کتاب خانہ ملی آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ میں نے حسن عباس سے مشورہ کیا تو انھوں نے جانے سے منع کر دیا۔ ہمارا بنیادی مقصد وہاں کتابیں فراہم کرنا تھا وہ حکیم کے ذریعے پورا ہو گیا۔ اگرچہ یہ عمل ناخوشگوار سے ہوا۔ (جاری)

# قندپاری

● حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

- جزس نواخت وہم رجز سارباں برخیز ✪ کہ محمل آمد و اے گام کارواں برخیز  
 بہ گفتمش کہ تو با جام ارغواں برخیز ✪ مرا بگفت کہ امروز سرگراں برخیز  
 ز چہرہ پرده بر انداز و از نہاں برخیز ✪ کہ جلوہ ریز و جمالت نما عیاں برخیز  
 بروں ز پرده شداں آفتاب عالمتاب ✪ بجاست ذرہ آں خاک آستاں برخیز  
 متاع چوں من بے برگ و بے نوائی را ✪ تو نیست اے سر و سامان عاشقان برخیز  
 فتادگان رہت بر امید باز ویت ✪ مدد ز لطف خود اے شاہ کارواں برخیز  
 بسوخت جان تن ز ارمن بفرقت و غم ✪ کرم بحال من اے ماہ و مہرباں برخیز  
 دلم بغمزه فدایت سرم بہ تیغ ادا ✪ بصدید جان من اے جان جانتاں برخیز  
 تکلف است کہ تیر از کمال کشد کہ رہد ✪ ترا ہمیں کہ تو باتیسرے کماں برخیز  
 چہ سود شرح غم و سوز و درد ہجرترا ✪ گزار قصہ ز پارینہ داستاں برخیز  
 دلم ہمیشہ بیادت تو دلرباے من است ✪ گر انتخاب نخواستی بامتحاں برخیز  
 گزارستی خود او چو در میاں آمد ✪ ہمیں بزنجوشننت خود ز در میاں برخیز  
 بساریابی در بار رخصتم چو نداد ✪ غبار دشت جنونم بہ آستاں برخیز  
 تو درس عشق بگیرو سیاہ بہ میخانہ ✪ بنوش بادۂ واز فکر دو جہاں برخیز  
 خطاے فہم بعالم ہمیشہ فتنہ نمود ✪ تو اے حریف بداندیش و بدگماں برخیز

صبا سہلج دہ زال سرور است و خم آندم \* کہ سجدہ ریز چینیں سرو قد چتاں بر خینیز  
 صلاے عام نمود از ہجوم مشتاقاں \* تورہ مزین زد ریا پار پاسباں بر خینیز  
 چو خاک من شدہ پیوند خاک گلزارش \* تو بوسے خاک من از خاک بوستاں بر خینیز  
 الہی عقد زباں راز قسریاں بکشا \* ز نغمہ اش بہ گلستاں بہر زماں بر خینیز  
 نختہ پا کہ بسویم خرام ناز نمود \* غبار خاک مزارم تو زال نشاں بر خینیز  
 شمیم طرہ او ہر طرف وزید چناں \* کہ گل بہار چمن خندہ زو خزاں بر خینیز  
 بقصد صید تومی جویدت نگاہ او \* تو مرغ جان من اکنون ز آشاں بر خینیز  
 تو در تدارک تقصیر سر بعبجز منہ \* صلاح نیک کہ اے ننگ خاندان بر خینیز  
 تراست بادۂ وساقی و میکشاں ثاقب \* برو بہ میکدہ از کج زاہداں بر خینیز

خوشا نصیب کہ می جویدت بہ پیش چمن

کجا است ثاقب سلوٹی تر زباں بر خینیز

\*\*\* \*\* \*\* \*\* \*\*

## ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام و پتہ کے اوپر جہاں مثلاً (Upto 2730/08) کا مطلب ہے

(Dec.2022) لکھا ہے، اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec.2022 کا مطلب ہے

کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۲۲ء میں ختم ہوگئی ہے، آپ کے ذمہ ۲۰۲۳ء کا زر تعاون باقی ہے۔

براہ کرم پہلی فرصت میں اپنی خریداری فیس ادارہ ”الحیب“ کو ارسال کر کے اپنے ممبر شپ کو جاری

رکھیں، رقم بھیجنے کے بعد رسید ضرور حاصل کریں اور رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھیں

— (سرکولیشن منیجر)



QR

WhatsApp, PhonePe & GPay : +91-7250433562

# نعت شریف

- حضرت کرسی نشین ولایت مولانا سید شاہ فقیر محمد ابوالحسن فرد بھلو اروی قدس سرہ
- ترجمہ منظوم : مولانا محمد عاصم قادری — خانقاہ مجیدیہ بھلواری شریف

## ترجمہ منظوم (نعت شریف)

عالم ہو کہاں ہمسرو ہمتائے محمد ﷺ  
ہے نور ہی پر نور سراپائے محمد ﷺ  
سر میں ہے مرے ایک ہی سودائے محمد ﷺ  
میں ہوں، میرا دل اور تمنائے محمد ﷺ  
گیسو کے برابر ہو کہاں شب؟ کہ شب قدر  
اک سایہ ہے وہ بھی شب اسرائے محمد ﷺ  
پروا ہے نہ اپنی، نہ جہاں کی بھی کچھ  
اس کو جو شخص کہ ہو عاشق و شیدائے محمد ﷺ  
عزت سے بناتے ہیں ملک سجدہ گہ اس کو  
جس جا پہ بھی ہو نقش کف پائے محمد ﷺ  
ہے عرش بریں ان کے لئے سیرگہ ناز  
طوبیٰ ہے غلام قدزیبائے محمد ﷺ  
جب جلوۂ نور ازلی ان کی ہے ہستی

## نعت شریف

عالم چہ شود ہمسرو ہمتائے محمد ﷺ  
نور است ہمہ نور سراپائے محمد ﷺ  
نہ بود بسرم جز سر و سودائے محمد ﷺ  
مائیم و دل ما و تمنائے محمد ﷺ  
ہم قدر برفش چہ بود شب کہ شب قدر  
یک سایہ بود از شب اسرائے محمد ﷺ  
پروائے خود و منکر جہانش نہ بود ہیچ  
ہر کس کہ شود عاشق و شیدائے محمد ﷺ  
سازند ملک سجدہ گہش از سر عزت  
جائے کہ بود نقش کف پائے محمد ﷺ  
عرش است زمینے ز پے ناز خرامش  
طوبیٰ است غلام قدزیبائے محمد ﷺ  
چون جلوۂ نور ازلی ہست وجودش

بے سایہ ہے تب قامت بالائے محمد ﷺ  
 قرب شب معراج سمجھتا ہوں میں لاریب  
 ہے حیضہ امکاں سے بروں جائے محمد ﷺ  
 وہ کسوت جلوہ کہ جو ہے پردہ اطلاق  
 انب ہے اسے قامت بالائے محمد ﷺ  
 جو قند و نبات اور شکر میں ہے حلاوت  
 ہے لطف شکر ریزی لبھائے محمد ﷺ  
 کم ہوں گی نہیں شربت عیسیٰ سے پیاسیں  
 پینے کی ہے خولعل شکر خائے محمد ﷺ  
 زنجیر مرے واسطے درکار نہیں ہے  
 دیوانہ ہوں بازلف دلارائے محمد ﷺ  
 ہے چشم وہی غیرت صد جوش بہاراں  
 جس چشم نے دیکھا ہوتا ماشائے محمد ﷺ  
 چہرہ ہو مجھ آشفتہ کا اور خاک دران کی  
 آنکھیں ہوں مری دنگ و تماشاٹے محمد ﷺ  
 ہے ملک جم و تخت سلیمان سے یہ بہتر  
 ہوں فرد سگ درگہ والائے محمد ﷺ

بے سایہ بود قامت رعنائے محمد ﷺ  
 دانیم ز قرب شب معراج کہ لاریب  
 از حیضہ امکاں است بروں جائے محمد ﷺ  
 آن کسوت جلوہ کہ شدہ پردہ اطلاق  
 شد راست بران قامت بالائے محمد ﷺ  
 در قند و نبات و شکر این لطف حلاوت  
 باشد ز شکر ریزی لبھائے محمد ﷺ  
 از شربت عیسیٰ زود تشنگی من  
 خو کردہ ام از لعل شکر خائے محمد ﷺ  
 زنجیر برائے من آشفتہ نباید  
 دیوانہ ام از زلف دلارائے محمد ﷺ  
 باشد نگہش غیرت صد جوش بہارے  
 چشمے کہ گہے دیدہ تماشاٹے محمد ﷺ  
 روئے من آشفتہ و خاک در او باد  
 چشم من حیران و تماشاٹے محمد ﷺ  
 اے فرد بہ از ملک جم و تخت سلیمان است  
 باشم چو سگ درگہ والائے محمد ﷺ

# مبارک باشد

برموقع ربیع الاول شریف درہنگام عرس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

• محمد آیت اللہ قادری پھلواری

برتو ایس شوکت شاہانہ مبارک باشد ❁ دو جہاں آپ کا دیوانہ مبارک باشد  
مستی بادہ و منے، چنگ و رباب و مطرب ❁ ساقیا! تجھ کو یہ منے خانہ مبارک باشد  
ساغر و جام و سبو کی مجھے کچھ فکر نہیں ❁ مجھ کو بس نرگس متانہ مبارک باشد  
تو سلامت رہے، جاری ترا فیضان رہے ❁ یہ در و بام یہ کاشانہ مبارک باشد  
زلف ساقی کی کشش سے رہے میخانہ مدام ❁ ساقیا! مستی خمخانہ مبارک باشد

میکشوں کا ہے بہجوم آپ کے صدقے ساقی

تجھ سے آبادی ویرانہ مبارک باشد

\*\*\*\*\*

## توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ ”الجیب“ میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ و تراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔

اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اسے گوارہ فرمائیں۔ بصورت دیگر ہماری معذرت

قبول فرمائیں۔ (ادارہ)

# آہ! ڈاکٹر امام اعظم آہ!

• تشکیل سہسرامی، پٹنہ

آنکھ نم ہے شکیلِ عالم کی \* موت واقع ہوئی ہے اعظم کی  
 ہائے کیا شخصیت تھی اعظم کی \* ہر طرف کیفیت ہے ماتم کی  
 ہر کسی کو شکیلِ حیرت ہے \* بند سانسیں ہیں چشم پر نم کی  
 منہ پہ تالاگ ہوا ہے شکیلِ \* چپ زبانیں ہیں اشک پیہم کی  
 دل دعا گو ہے مستقل اپنا \* مغفرت ہو شکیلِ ہمدم کی  
 دل کو ہوتا نہیں یقین ذرا \* ہے خبر جو امام اعظم کی  
 ہیں نگاہوں کے سامنے اب بھی \* ان کی ہر بات ان کے کالم کی

آنکھ نم ہے شکیلِ عالم کی

موت واقع ہوئی ہے اعظم کی

\*\*\*\*\*



# کوائف و حالات

• ادارہ

راز و نیاز بلسل و گل ہم سے پوچھئے ❁ زنگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم  
کچھ اپنی..... کچھ دوسروں کی

متعدد ریاستوں کے انتخابات :

ابھی نومبر ۲۰۲۳ء میں راجستھان، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ اور تلنگانہ میں صوبائی انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات میں بی جے پی، کانگریس کے علاوہ مختلف پارٹیاں میدان میں تھیں۔ لیکن اصل مقابلہ بی جے پی اور کانگریس میں تھا۔ اس انتخاب کو ۲۰۲۳ء میں ہونے والے مرکزی حکومت کے انتخاب کا نمونہ سمجھا جا رہا تھا۔ حسب معمول بی جے پی نے ہر جگہ ہندو کارڈ کھیلا، مسلمانوں کے خلاف بیانات دیئے۔ کانگریس کو ہندو دشمن ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس کے مقابلہ میں کانگریس نے بھی بی جے پی کی حقیقت عوام کے سامنے پیش کی۔ مگر ایک بڑی غلطی کانگریس نے یہ کی کہ انڈیا اتحاد قائم ہو جانے کے بعد بھی اتحاد میں شامل دوسری پارٹیوں سے صحیح تال میل نہیں کیا، جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ تین صوبوں راجستھان، مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ میں بی جے پی کی حکومت اکثریت میں آگئی، صرف ایک صوبہ تلنگانہ میں کانگریس کو اکثریت ملی۔ یہ بی جے پی کی نفرت کی پالیسی اور کانگریس کے دوسری پارٹیوں کو اپنے ساتھ شامل نہ کرنے کا شرمناک نتیجہ ہے۔ کانگریس کو اس کی طرف توجہ دینی چاہئے، ورنہ ۲۰۲۴ء کے انتخاب میں بھی ایسا ہی ہوا تو فرقہ پرستوں اور نفرت کے بجا ریوں کا ہندو راشٹر کا خواب پورا ہو جائے گا اور سیکولر پارٹیاں آپس میں لڑتی رہ جائیں گی۔

دارالعلوم مجیدیہ میں سالانہ امتحان اور تعطیل کلاں :

دارالعلوم مجیدیہ کا سالانہ امتحان ۲ تا ۱۱ شعبان المعظم منعقد ہوگا، حسب معمول حفظ و ناظرہ اور فارسی و عربی کے تمام درجات

کے امتحانات تحریری و تقریری لئے جائیں گے، اس کے بعد دارالعلوم مجیدیہ رمضان المبارک کی طویل چھٹی میں ۱۱ شوال المکرم تک بند کر دیا جائے گا، مقامی طلبہ کے لئے درس و تدریس کا سلسلہ ۱۹ رمضان المبارک تک جاری رہے گا۔ ۱۲ تا ۲۵ شوال المکرم سبھی جماعتوں میں داخلہ لیا جائے گا اور ۲۶ شوال المکرم سے تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

### معمولات خانقاہ بمابہ جمادی الاخری :

۱۹ جمادی الاخری عرس صاحب المقام الاولیہ حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی اولیاء قادری پھلواری قدس سرہ ۱۹ تاریخ کو نماز عصر کے بعد قیل ہوتا ہے۔

۲۰ جمادی الاخری عرس بانی خانقاہ و دارالعلوم مجیدیہ حضرت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم سید شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواری قدس سرہ ۱۹ دن گزار کر شب ۲۰ اور روز ۲۰ کو قیل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

### معمولات خانقاہ بمابہ رجب المرجب :

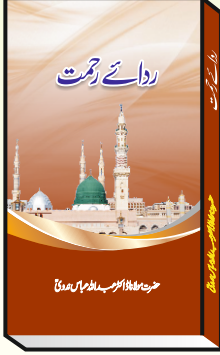
۶ رجب کو فاتحہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ — بعد نماز عصر قیل ہوتا ہے۔ رجب کی تالیسویں شب میں معراج کی مناسبت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس مبارک ہوتا ہے اور شب میں چراغاں ہوتا ہے۔ خانقاہ اور آستانہ اس رات شب معراج کی یاد میں چراغوں سے بقعہ نور بنا رہتا ہے۔ بعد نماز عشاء قیل اور بعدہ محفل سماع ہوتی ہے۔

### معمولات خانقاہ بمابہ شعبان المعظم :

۲۶ شعبان کو حضرت امان المستحیرین عارف باللہ مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہ کے وصال کی تاریخ میں فاتحہ اور بعد نماز عصر میلاد شریف ہوتا ہے۔ حضرت کا عرس ان کے والد ماجد کے عرس کے ساتھ ۲۹ جمادی الاولیٰ کو ہوتا ہے۔ ۲۹ شعبان کو شب ۲۹ اور روز ۲۹ حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہ کے عرس کی تقریب انجام دی جاتی ہے۔

## دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی دونی پیش کش

خانوادہ مجیبی کے بزرگ عالم دین، ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات، اسلامی ادب کے ترجمان  
حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبداللہ عباس ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو اہم و گراں مایہ تصنیف



## ردائے رحمت

قصیدہ بانٹ سعاد اور قصیدہ بردہ کی اردو میں شرح و ترجمانی

قیمت مجلد: -/250 غیر مجلد: -/200 روپے

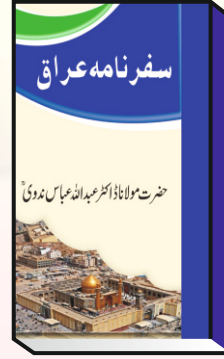
دوسری اشاعت اور

## سفر نامہ عراق

حضرت مصنف کی خودنوشت روداد

قیمت: -/50 روپے

پہلی بار عمدہ کاغذ اور خوبصورت طباعت کے ساتھ



دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواڑی شریف پٹنہ سے شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

دونوں کتابوں پر جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی کے گراں قدر نقدیہات شامل ہیں۔

خواہش مند حضرات دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے حاصل کر کے استفادہ کر سکتے ہیں۔

رابطہ: +91-7250433562, 7903953313

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Cell : +91-7250433562, 7903953313, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com

دارالاشاعت خانقاہ مجیب کی موجودہ چند اہم مطبوعات



₹:50.00



₹:300.00



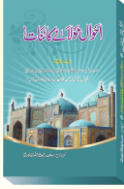
₹:400.00



₹:350.00



₹:500.00



₹:140.00



₹:200.00



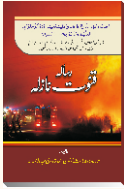
₹:400.00



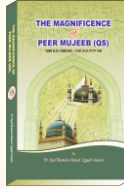
₹:100.00



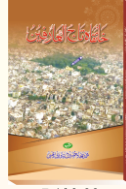
₹:100.00



₹:20.00



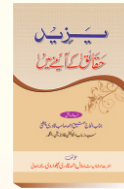
₹:400.00



₹:100.00



₹:50.00



₹:100.00



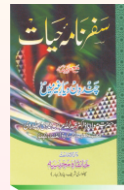
₹:30.00



₹:30.00



₹:120.00



₹:150.00



₹:90.00



₹:300.00



₹:60.00



₹:20.00



₹:50.00



₹:300.00

مذکورہ کتابیں حاصل کرنے کے لئے ان نمبرات: +91-7250433562, 7903953313 پر رابطہ کریں۔